ماہنامہ
مسلمان بچے
بچوں کے اسلامی و اخلاقی ادب کا ترجمان
177
لاہور پاکستان
ذیقعد ۱۴۴۳ھ/جون 2022
پاکیزہ لہریں
نمود و نمائش کی چکاچوند کو عیاں کرتی ایک تحریر
چھوٹی سی کوشش
ناکامی کی وجہ..... ایک اچھوتی کہانی
حدیث کہانی..... مختصر مگر پراثر
ٹیپو سلطان..... کی ولولہ انگیز داستان
ڈیجیٹل چوری

سب سے منفرد اور کثیر الاشاعت

ماہنامہ مسلمان بچے لاہور

بچے تو سبھی ہیں بہت اچھے
مگر سب سے اچھے مسلمان بچے

شمارہ 11

ذیقعد ۱۴۴۳ھ بمطابق جون 2022ء

جلد 15

بچوں کے
اسلامی .....
اخلاقی .....
تعلیمی ..... اور
تربیتی ادب کا
ترجمان

قیمت فی شمارہ
60 روپے
سالانہ زرتعاون
720/= روپے

اپنی کہانیاں اور مضامین صرف اس پتے پر ارسال فرمائیں

پوسٹ بکس نمبر 15 جی پی او بہاول پور

ترسیل زر اور حصول رسالہ کے لیے

مکتبہ ابن مبارک 37-حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

موبائل: 0322-5140485

پبلشر محمد زاہد نے علی پریس لاہور سے چھپوا کر تقسیم کیا

اس شمارے میں

چھوٹی سی کوشش	تسلیمہ موسیٰ	10
انوکھا انٹرویو	انعم توصیف	18
ناکامی کی وجہ	محمد شعیب	22
گھر کی کھڑکی	بلال طلحہ	26
رازِ سربستہ	ابوشفاء	30
سو لفظی کہانی	محمد مستقیم	34
امانتداری	اُمِ رومان	44
کایا پلٹ	بیگم ناجیہ شعیب	47
خوش نصیب پتھر	عمار حسین	51
پھر نہ کہنا	قاصد ترابی	56
شانِ حضرت حفصہ	دانیال حسن	64
سلطان ٹیپو شہیدؒ	عبدالحفیظ امیر پوری	67
پیلا پھول	کفایت اللہ	77
رخصتی	داؤد طلحہ السیف	87

اس کے علاوہ مستقل سلسلوں کے ساتھ ساتھ اور بہت کچھ۔۔۔۔۔

فرمانِ باری تعالیٰ

''اور محمد تو صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول گزر رے ہیں، تو اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے اور جو کوئی اُلٹے پاؤں پلٹ جائے تو وہ خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا اور اللہ اپنے شکر گزار بندوں کو ضرور صلہ عطاء فرمائے گا۔'' (سورہ آل عمران)

فرمانِ رسول اکرم ﷺ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ظہر کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ ادا کی، حضور ﷺ اپنے گھر تشریف لے جانے کے لئے مسجد سے نکلے، میں بھی ساتھ چل پڑا، پس جو بچے آپ ﷺ کے سامنے سے آتے تو ہر ایک کے رُخسار پر دست شفقت پھیرتے، جب میری باری آئی تو میرے دونوں رخساروں پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا، میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک کو پایا اور خوشبو بھی پائی، وہ خوشبو ایسی تھی گویا کہ ابھی کسی عطر فروش کے ڈبیہ سے نکلی ہے۔ (مسلم)

حمد باری تعالیٰ

مرے رحیم و کریم و غنی، مرے محسن!
یقین کر پھر وہی قوت وہ جوش فکر و عمل

وہ پھر سے حسن طلب، حسن آرزو دے دے
میں بد عمل ہوں مجھے ذوق بندگی ہو عطاء

وہ عشق و معرفت دے، شوق و جستجو دے دے
اثر زباں میں ہو اور اعتماد لہجے میں

وقار لفظوں کو معنی کو آبرو دے دے
عطاء ہوئی ہے جسے حسن فلکی کی دولت

اُسی حسیں کا سا انداز گفتگو دے دے
دلوں میں پھر سے مچل جائے برق شوق جہاد

جوانیوں کو شہادت کی آرزو دے دے
تری عطائیں فزوں تر ہیں رب حسن و جمال

مرے چمن کی بہاروں کو رنگ و بو دے دے
جو کوئی دے نہیں سکتا وہ مجھ کو تو دے دے

نعت رسول مقبول ﷺ

ہر نرالی شانِ زیبائی کا پیکر آپ ﷺ ہیں
انبیاء جتنے بھی آئے سب سے برتر آپ ﷺ ہیں

آپ ﷺ کی خاطر ہوا پیدا وجود کائنات
بزمِ عالَم کے سبھی جلووں کا محور آپ ﷺ ہیں

گرچہ ہیں ان میں خلیل اللہ، کلیم اللہ بھی
لیکن اس چمن رسالت کے گل تر آپ ﷺ ہیں

صورت و سیرت کی رعنائی جمال اندر جمال
شان حسن کبریا کے بھی تو مظہر آپ ﷺ ہیں

تاج سلطانی کی شوکت اور ہیبت آپ ﷺ سے
دنیا و عقبیٰ کے اے آقا! سکندر آپ ﷺ ہیں

سب کی امیدوں کا مرکز ہے شفاعت آپ ﷺ کی
صاحبِ حمد و لِواء! شافعیٔ محشر آپ ﷺ ہیں

آپ ﷺ ہی کا اسوۂ حسنہ ہے پیغامِ نجات
کل بھی رہبر آپ ہی تھے اب بھی رہبر آپ ہیں

ایک دعاء یاد کیجئے

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ

یا اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کر، مجھے ہدایت فرما، مجھے محفوظ رکھ اور مجھے رزق عطاء فرما۔

ایک حدیث یاد کیجئے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَہُ الدُّعَاءَ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی میت کی نماز جنازہ پڑھو تو پورے خلوص سے اس کے لئے دعاء کرو۔ (سنن ابی داؤد)

لائی ترا پیام صبا

گلشن میں اس گلی کی فضا کچھ نہ کچھ تو ہے
پھولوں میں تیری بوئے قبا کچھ نہ کچھ تو ہے

آئی تو نکہتوں کے دریچے سے کھل گئے
لائی ترا پیام صبا کچھ نہ کچھ تو ہے

اقرار تم کرو نہ کرو جانتے تو ہو
خاموشیوں میں ہم نے کہا کچھ نہ کچھ تو ہے

بے بات تو نہیں ہے یہ عالم گریز کا
یہ بے رخی یہ شرم و حیا کچھ نہ کچھ تو ہے

اہل وفا جو مرتے ہیں آزارِ عشق پر
اس بے کلی میں ان کو مزا کچھ نہ کچھ تو ہے

راہِ وفا ہے تری زلفوں کا پیچ و خم
تسکینِ قلب آبلہ پا کچھ نہ کچھ تو ہے

سمجھے اسے وہی جو سُنے اس کو غور سے
ہر سانس میں کسی کی صدا کچھ نہ کچھ تو ہے

غم بیکراں ہوا تو تحیر سا چھا گیا
غم بھی ہم اہل غم کی دوا کچھ نہ کچھ تو ہے

لے کوئی اس سے کام تو احساسِ گمرہی
منزل کی سمت راہنما کچھ نہ کچھ تو ہے

کیفیؔ ہجوم یاس ہے یا نازِ بندگی
اُٹھتے نہیں ہیں دست دعاء، کچھ نہ کچھ تو ہے

انتخاب: محمد عدنان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلسَّلامُ عَلَیکُم

علم حاصل کرو!!

''کہہ دیجئے برابر نہیں علم والے اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے'' (سورۃ الزمر ۹)

اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جنہیں علمِ صحیح، علمِ نافع اور اس علم پر عمل کی توفیق ملتی ہے اُن بندوں پر رتبے اور فضیلت میں فائق ہیں جو علم سے محروم یا حاصل شدہ علم پر عمل سے محروم ہیں.....

علم کے ساتھ عمل اور عمل کے ساتھ علم کی شرط کیوں؟

اس لئے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر ثابت ہی نہیں ہوتے.....

علم بغیر عمل کے فضیلت نہیں، وبال ہے.....اور ہر عمل بغیر علم کے ضلال (گمراہی) ہے۔

☆.....☆.....☆

علم کا حصول فرض ہے!!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''علم کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان پر'' (ابن ماجہ)

حدیث مبارکہ میں جس علم کا سیکھنا فرض قرار دیا گیا اور اوپر مذکور آیت مبارکہ میں جس علم کے حاصل کرنے والے لوگوں کو دوسروں سے افضل قرار دیا گیا.....اس سے مراد شریعت کا علم ہے.....

یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کا جاننا.....

اس سے دنیا جہان کے تمام علوم مراد نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال اور دعوت ہے.....

علم کا وہ درجہ جس کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے، فرائض کا علم ہے.....

اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو فرض فرمایا.....ان کے بارے میں ضروری معلومات کا حاصل کرنا.....

سب سے پہلا علم ان کی فرضیت کا جاننا ہے.....نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد

قرآن مجید میں ان پانچ اعمال کو فرض بتایا گیا..... ہر مسلمان اس بات کو جانے.....

دوسرا علم ان سب کے ضروری احکام کا جاننا ہے.....نماز پڑھنے کا جو انسان مکلف ہوا وہ یہ جانے.....

کہ

کتنی نمازیں فرض ہیں؟..... ہر نماز کی کتنی رکعات فرض ہیں؟.....

ہر رکعت میں کیا کیا افعال فرض ہیں؟.....نماز کے ارکان وشرائط کیا ہیں؟.....

اسی طرح روزے کے احکام.....زکوٰۃ وحج کے احکام اور جہاد کے وقت اس کے احکام.....

تیسرا علم حرام وحلال کا جاننا ہے.....

تا کہ انسان حرام سے بچ سکے اور ان میں مبتلا ہو کر جہنم کی طرف نہ جائے.....

اللہ تعالیٰ نے کھانے کی کیا کیا چیزیں حرام کی ہیں؟ پینے میں کیا حلال ہے اور کیا حرام؟.....

اعمال میں حرام کیا کیا ہیں اور اقوال میں کیا کیا؟.....قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم سے بچاؤ'' (التحریم)

حَبر الامۃ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر یوں فرمائی.....

''خود کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم سے بچاؤ۔ حرام وحلال کا علم حاصل کر کے اور اپنے گھر والوں کو اُن کا علم دے کر، اس لئے کہ جو شخص حرام سے نہیں بچتا وہ جہنم کے کنارے پر کھڑا ہے'' (اللباب فی شرح الکتاب)

خلاصہ یہ کہ فرائض پر عمل فرض ہے اس لئے ان کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے.....

حرام سے بچنا اور خود کو جہنم سے بچانا فرض ہے اس لئے محرّمات کا جاننا بھی فرض ہے.....

اور اس فرضیت میں مسلمان مرد وعورتیں.....عوام وخاص سب برابر ہیں.....

والسلام

آپ کا بھائی جان

ابو الکلام

چھوٹی سی کوشش

تسلیمہ موسیٰ

نعمان فاروقی صوفے پر بیٹھا موبائل فون کان سے لگائے ایک فلاحی تنظیم کے ادارے کی چیف سیکرٹری سے بات کر رہا تھا:

"دیکھئے میں اس فضول قسم کی سستی شہرت کا قائل نہیں ہوں، میں نہیں چاہتا کہ میری دریادلی وسخاوت کی شہرت ہو!!"

"جی جی فاروقی صاحب! ہم جانتے ہیں آپ کو، آپ بہت نیک اور اچھے انسان ہیں، آپ صرف خلق خدا کی خدمت کرتے ہیں، آپ کو کسی سستی شہرت کی ضرورت ہی نہیں ہے، آپ کو آپ کے اچھے کام ہی سب سے نمایاں کرتے ہیں۔"

نعمان فاروقی کا سینہ تن گیا۔

"اچھا ٹھیک ہے! پھر آپ لوگ اتنی محبت سے دعوت دے رہے ہیں تو پھر میں انکار کیسے کروں؟ وگرنہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ یہ سب تو میں غریبوں کی خاطر کرتا ہوں۔ میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔"

"جی جی فاروقی صاحب ہم جانتے ہیں۔ اچھا تو پھر کب آنا ہے؟"

"جی کل دوپہر دو بجے پہنچ جائیں۔ جی ٹھیک ہے، پھر اللہ حافظ!!"

فون بند کرنے کے بعد فاروقی صاحب کچھ سوچ کر مسکرا پڑا۔

"اللہ تعالیٰ نے اسے بے تحاشا دولت سے نواز رکھا تھا۔ وسیع کاروبار، خوبصورت بنگلہ گاڑیاں، نوکر چاکر مختصر یہ کہ ہر آسائش اس کی دسترس میں تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ لوگ ان کی نیک نامی سے بھی بہت متاثر تھے وہ وقتاً فوقتاً مختلف سماجی فلاحی تنظیموں کو فنڈز دیتے رہتے تھے لوگ ان کی دریادلی کے قائل

اس نے چیک ہاتھ میں تھمایا اور ایک دم کیمرے کی فلیش لائٹس آن ہوئیں اور دھڑا دھڑ تصویریں بننے لگیں

تھے۔ ہر آئے روز مختلف سماجی فلاحی تنظیمیں انہیں اپنی تقریب میں مہمانِ خصوصی کے طور پر بلاتے تھے آج بھی اسے ایک ایسی ہی تنظیم کی طرف سے دعوت دی گئی تھی وہ خوش تھا کہ زمانہ اس کی انسانیت سے محبت اور غریبوں و بے کسوں سے ہمدردی کا قائل تھا۔

وہ انہی سوچوں میں گم تھا کہ کل پھر اس کی دریادلی اور سخاوت کا ڈنکا بجے گا کہ اس کے خیالوں کے تسلسل کو اس کے بیٹے عمار نے توڑا وہ بھاگتا ہوا باپ کے پاس آیا:

" ابو ،ابو!! وہ ناں حسین انکل تھے ناں؟ میرے دوست یاسر کے باباوہ ناں فوت ہوگئے ہیں ابھی ابھی میں نے دیکھا کہ اُن کی میت کو ایدھی والے ایمبولینس سے اُتار رہے تھے۔ یاسر اس کی والدہ اور ننھی فاطمہ رو رہے تھے۔

حسین مرتضیٰ کی موت کا سن کر بھی انسانی حقوق اور انسانی فلاح وبہبود پر ہونے والے بڑے بڑے سیمیناروں میں دھواں دار تقریر کرنے والا نعمان فاروقی اطمینان سے بولا:

"اچھا! حسین مرتضیٰ مرگیا؟"

باپ کا یہ اطمینان دیکھ کر عمار نے کہا " ابو آپ کو دکھ نہیں ہوا؟"

" بیٹا اس میں دکھ والی کونسی بات ہوئی، اب غمگین ہونے اور دکھ منانے سے کوئی واپس تو نہیں آجاتا ناں۔ ہر انسان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، حسین مرتضیٰ نے بھی چکھ لیا، اچھا چھوڑو تم اسے۔تم جا کر اپنا ہوم ورک کرو۔ مجھے بھی بہت سے کام ہیں۔"

یہ کہہ کر نعمان فاروقی اُٹھ کر چلا گیا، عمار حیرانگی سے اپنے باپ کی اس بے حسی کے بارے میں سوچنے لگا۔کسی وقت وہ حسین مرتضیٰ کا دوست ہوا کرتا تھا جب وہ دولتمند تھا۔جب اس پر برا وقت آیا تو یہی نعمان فاروقی اسے اپنی جان سے پیارا دوست کہنے والا اجنبی بن گیا۔ ایسا منہ پھیرا کہ پلٹ کر دیکھا تک نہیں۔حسین کے تمام احسانات کو بھول گیا۔حسین کو کینسر جیسے موذی مرض نے آن لیا۔ سمعیہ بیگم نے اپنے گھر کے واحد کفیل کے علاج کے لئے گھر کی ہر چیز بیچ دی مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا حسین اپنی بیوی اور دو چھوٹے معصوم بچوں کو دنیا کے رحم وکرم پر چھوڑ کر چلا گیا۔ انسانی حقوق وفلاح بہبود کا دعوے دار نعمان فاروقی نے کبھی پلٹ کر ناں پوچھا کہ بھابھی کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟ اب سمعیہ اور اس کے دو معصوم بچے دنیا والوں کے رحم وکرم پر تھے۔ یاسر کی پڑھائی بھی چھوٹ گئی تھی کھانے کو کچھ ناں بچا تھا۔ ساری جمع پونجی حسین کے علاج پر لگ گئی تھی۔ تین دن تک محلے والوں نے کھانا بھیجا مگر چوتھے دن پوچھنے بھی ناں آئے کہ کھانے کو کچھ ہے بھی کہ نہیں؟

نعمان فاروقی بڑے ٹھاٹ باٹ سے تیار ہو کر کمرے سے نکلا تو عمار نے باپ کو کہیں جاتے دیکھا تو کہا:

"ابو کیا آپ سمعیہ آنٹی کے گھر تعزیت کرنے جارہے ہیں؟

ارے نہیں بیٹا! اب جا کر تعزیت کرنے کا کیا فائدہ؟ اب تعزیت کرنے سے وہ کونسا واپس لوٹ آئے گا۔

مرنیوالا مرگیااب جا کرکیاسوگ منائیں۔مگر پھر بھی ابو!! حسین انکل آپ کے دوست تھے اور یاسر میرا دوست ہے،اس ناطے تو جانا پڑے گا۔"

"اچھا مجھے دیر ہورہی ہے۔ٹائم ہوچکا ہے مجھے وقت پر سیمینار میں پہنچنا ہے۔"نعمان فاروقی نے کہا

"مگر ابو" وہ پیچھے سے پکارتا رہ گیا

"بعد میں بات ہوگی" خدا حافظ!!نعمان فاروقی عمار کو نظر انداز کر کے گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوگیا۔

چند منٹ بعد وہ انسانی حقوق اور فلاح و بہبود پر دھواں دھار تقریر کر رہا تھا۔وہاں موجود لوگ تالیاں بجا کر اس کے اس جذبے اور خدمت خلق پر داد دے رہے تھے۔عمار یاسر کے گھر آیا یہاں آ کر اسے یاسر کے گھر کے حالات کا علم ہوا تھا تو اسے بے حد دکھ ہوا۔اس نے سوچا کہ اپنے والد سے بات کرے گا۔وہ اتنے غریبوں کی مالی مدد کرتے ہیں کیا ہی اچھا ہوگا کہ اس کا والد اس کے دوست کی بھی مالی مدد کر دے گا۔رات دیر تک وہ اپنے والد کا انتظار کرتا رہا اور اسے نیند آ گئی۔صبح ہوئی تو وہ اٹھ کر ہاتھ منہ دھو کر سیدھا اپنے والد کے کمرے میں آ گیا، نعمان فاروقی اخبار ہاتھوں میں لیے بڑا ہی خوش نظر آ رہا تھے۔عمار نے دیکھا کہ کل کی تقریب کی تصویریں چھپی تھیں۔ان میں نعمان فاروقی کی وہ تصویریں نمایاں تھیں جہاں پر وہ مسکین اور غریب لوگوں میں بیس ہزار کے چیک بانٹ رہا تھا۔

"ارے عمار بیٹا تم!!"

نعمان فاروقی نے اخبار میز پر رکھی اور مخاطب ہوا۔

" جی ابو!!میں نے کچھ کہنا ہے۔ابو آپ اتنے غریب لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ابو کیا ہی اچھا ہوگا کہ آپ یاسر کے گھر والوں کی بھی مدد کر دیں،ابو ان کے حالات بہت خراب ہیں کھانے کو کچھ بھی نہیں ہے،یاسر کا سکول بھی چھوٹ گیا ہے،میں نے خود جا کر دیکھا ہے،وہ بہت پریشان ہیں،پلیز ابو ان کی مدد کریں۔"

نعمان نے اسے ٹالنے کے لئے کہا:

"اچھا تم جاؤ!میں دیکھتا ہوں"

"ابو تھینک یو سو مچ میں ابھی جا کر یاسر کو بتاتا ہوں" عمار کمرے سے نکل گیا،نعمان فاروقی نے غصے سے اخبار میز پٹخ دی۔

"کیا ہوا؟ خیریت؟"انعم بیگم کمرے میں داخل ہوئی تو نعمان فاروقی کا موڈ آف دیکھ کر بولی

" کیا خاک خیریت ہوگی۔کیا ہوا ہے۔آپ کا صاحبزادہ کیا کہہ رہا ہے کہ میں دوسرے لوگوں کی طرح حسین کی بیوہ میں بھی پیسے بانٹتا پھروں۔کیا ضرورت پڑی ہے مجھے کہ میں اس عورت میں پیسے بانٹوں؟ مجھے کیا ملنا ہے؟ کونسا میڈیا کے نمائندے وہاں موجود ہوں گے کہ وہ دنیا والوں کو بتائیں گے کہ میں نے اس بیوہ کی مدد کی ہے، کیوں میں خوامخواہ میں اپنی محنت سے کمائے گئے پیسے ان بھوکوں ننگوں میں بانٹتا پھروں، مجھے کیا فائدہ ملنا ہے؟" عمار جو کہ یہ خوشخبری یاسر کو کو سنانے جا رہا تھا باپ کے یہ الفاظ کانوں میں پڑے تو خوشی سے اٹھتے قدم اب رک گئے تھے۔کیا اس کا والد کا یہ سب صرف دکھاوے کی نیکیاں تھیں۔یہ سب وہ نام ونمود نمائش کے لئے کرتا ہے؟

اسے بے حد دکھ پہنچا تھا، یہ ہے میرے باپ کا اصلی چہرہ!!

وہ بوجھل قدموں کے ساتھ یاسر کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں آیا تو ان کا حال دیکھ کر اسے بے حد تکلیف ہوئی تھی۔ ان کے پاس کھانے کو کچھ نہیں تھا، ننھی فاطمہ بھوک سے رو رہی تھی، نہ اتنے پیسے تھے کہ کچھ خرید کر بچوں کو کھلاتی۔ عمار سے برداشت نہیں ہوا وہ واپس گھر آ گیا۔ آج ان کے گھر طرح طرح کے کھانے پکے تھے کیونکہ نعمان فاروقی کے مہمان آ رہے تھے، میز پر سجے طرح طرح کے کھانے دیکھ کر عمار کی آنکھوں کے سامنے یاسر، سمعیہ اور بھوک سے بلکتی ننھی فاطمہ کے چہرے گھوم گئے، کتنے افسوس کی بات ہے ناں کہ ہم قسم قسم کے کھانے کھائیں اور ہمارے گھر کی اس دیوار کے پیچھے موجود پڑوسی بھوک سے تڑپ رہے ہیں۔ عمار نے دو پلیٹ اٹھائیں اور اس میں اپنے حصے کا کھانا ڈال کر وہ سیدھا سمعیہ کے گھر آ گیا، سمعیہ نے اسے دیکھ کر کہا کیا لائے ہو بیٹا! عمار ننھی فاطمہ کو دیکھنے لگا جو اب بھی بلک رہی تھی اور سمعیہ اسے بہلانے کی کوشش کر رہی تھی کھانا دیکھ کر ننھی فاطمہ ہاتھ پاؤں مارنے لگی: آنٹی کھانا لایا ہوں بیٹا اس کی کیا ضرورت تھی ضرورت تھی آنٹی آپ لوگ کئی دن سے بھوکے ہیں آپ پلیز کھانا لیں۔ فاطمہ اور یاسر کیساتھ آپ بھی کھانا کھالیں، سمعیہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ آج اتنا برا وقت آن پڑا ہے کبھی سوچا بھی ناں تھا۔ وہ عمار کو دعائیں دینے لگی۔ وہ دونوں بچوں کو کھانا کھلانے لگی جب ان دونوں کا پیٹ بھر گیا تو باقی بچا ہوا کھانا خود کھانے لگی۔ سمعیہ نے اسے ڈھیر ساری دعائیں دیں۔ عمار خالی پلیٹیں لے کر گھر روانہ ہوا۔ انعم نے ملازمہ سے کہا یہ عمار کھا ں ہے، کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے، ملازمہ بولی جی بیگم صاحبہ چھوٹے صاحب اپنا کھانا لے کر باہر گئے ہیں۔ کیوں؟ پتہ نہیں۔ تبھی عمار خالی پلیٹیں لئے اندر داخل ہوا

عمار کہاں گئے تھے کھانا لے کر؟

عمار نے پلیٹیں میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

" کہیں نہیں گیا تھا ادھر لان میں بیٹھ کر کھانا کھا رہا تھا"

یہ کہہ کر عمار اپنے کمرے میں چلا گیا۔

کچھ عرصہ بعد سمعیہ نے حالات سے تنگ آ کر بالآخر یہ سوچا کہ کیوں ناں فاروقی صاحب سے کچھ ادھار لوں؟ پھر بعد میں واپس کر دوں گی وہ نعمان فاروقی سے ملنے گھر آ گئی۔ جب فاروقی صاحب کو اس کی آمد کی وجہ معلوم ہوئی تو وہ حیلے بہانے کرنے لگا۔ تین بار اسے واپس بھیج دیا چوتھی بار پھر آئی تو نعمان فاروقی غصے سے بولا " کیا مصیبت ہے یہ عورت قرض کا بہانہ ہے۔ کہاں سے قرضہ واپس کرے گی۔ میرے پاس قارون کا خزانہ ہے جو میں ان پر لٹاتا پھروں " وہ باہر آیا تو سمیہ اس کی منت سماجت کرنے لگی کہ وہ بہت مجبور ہو کر آئی ہے وگرنہ وہ کبھی بھی ناں آتی حالات اور بچوں کی بھوک نے اتنا مجبور کر دیا ہے کہ وہ قرضہ لینے پر مجبور ہو گئی۔ فاروقی صاحب نے کیا اچھا ٹھیک ہے کل دوپہر دو بجے آجانا۔ سمیہ چلی گئی کل دوپہر دو بجے وہ آ گئی اس نے دیکھا کہ نعمان فاروقی کیساتھ چند دوسرے لوگ بھی موجود تھے نعمان انہیں سمیہ کے گھر کے حالات کے بارے میں بتانے لگا، وہ

لوگ افسوس کرنے لگے اور نعمان کی تعریفیں کرنے لگے، دراصل وہ لوگ اخباری نمائندے تھے نعمان فاروقی نے سمیہ کی طرف دس ہزار کا چیک بڑھایا، کیمرہ مینوں نے ان کی یہ تصویر اپنی اپنی اخبار کے لئے محفوظ کرلی، کل یہ تصویر اخبار میں چھپنی تھی، سمیہ گھر آئی تو رو پڑی، نہیں چاہیے مجھے ایسا قرض سمیہ نے فیصلہ کرلیا اس نے ۱۰ ہزار کا چیک لیا اور نعمان کے گھر آگئی جواب مزے سے چائے پی رہا تھا، انعم اور عمار بھی وہیں موجود تھے، اسے دیکھ کر نعمان فاروقی کا منہ بن گیا، کہ ہونا ہو ضرور کچھ مانگنے ہی آگئی۔

"نعمان بھائی میں آپ کو آپ کے پیسے لوٹانے آئی ہوں، یہ لیں رکھیں اپنے پیسے اپنے پاس، مجھے ایسی بھیک نہیں چاہئے، اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپ نے کیمرہ مینوں اور اخباری نمائندوں کو بلا رکھا ہے تاکہ وہ آپ کی سخاوت و دریادلی کا ایک اور فوٹو ثبوت کے طور پر محفوظ کر سکیں، قرض کی رقم پر امداد کا لیبل لگا دیا میں نے آج تک کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا وہ تو بھوک سے بلکتے بچوں کی وجہ سے مجبور ہو کر آپ کے دروازے پر قرض مانگنے آگئی، اگر مجھے پتہ ہوتا ناں کہ آپ ایسی گھٹیا حرکت کرنیوالے ہیں تو میں کبھی نا آتی، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر چیز اللہ سے مانگو یہاں تک کہ اگر جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو بھی اللہ سے مانگو مگر افسوس کہ میں رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کو بھلا بیٹھی اور آپ جیسے انسان سے آس لگا بیٹھی یہ لیں رکھیں اپنے پیسے اپنے پاس کوئی اور مجھے جیسا غریب اور مجبور انسان مل جائیگا جو مجبوری کی وجہ سے آپ کیساتھ فوٹو شوٹ کرالے گا، میں اس رقم کو حرام سمجھتی ہوں اپنے لیے"۔ سمیہ نے وہ رقم میز پر رکھی۔

"فاروقی صاحب اللہ تعالیٰ رازق ہے، وہ اپنی تمام مخلوق کو رزق دیتا ہے مجھے اور میرے بچوں کو بھی اپنے رزق کے خزانے سے رزق عطا کرے گا، کیونکہ رزق کا وعدہ اللہ نے کر رکھا ہے، انسان نے نہیں، مگر افسوس کہ ہم جیسے نافہم کم عقل لوگ یہ سمجھ ہی نہیں پاتے۔ سمیہ وہاں سے چلی گئی۔

"آج کل تو نیکی کا زمانہ ہی نہیں ہے۔ نعمان فاروقی کندھے اچکاتے ہوئے کہا

عمار کو بہت دکھ ہوا تھا۔ سمعیہ نے محلے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھانا شروع کر دیا تھا۔ عمار نے آج فیصلہ کر ہی لیا تھا کہ وہ اپنے والد کو آئینہ دکھا کر ہی رہے گا۔ وہ کاپی اور پین لیے صوفے پر آبیٹھا اور کچھ لکھنے لگا، نعمان فاروقی ادھر سے گزرے تو عمار کو مصروف دیکھ کر وہ عمار کے پاس بیٹھتے ہوئے بولے:

"بھئی کیا کر رہے ہو؟ کچھ نہیں ابو وہ دراصل ٹیچر نے مضمون لکھنے کو کہا تھا، پر سمجھ میں نہیں آرہا کہ کس پر مضمون لکھوں؟ ابو پر یا پڑوسیوں کے حقوق پر۔"

نعمان فاروقی مسکرایا

"ارے بھئی اس میں پریشانی والی کون سی بات ہوئی، جو تمہیں اچھا لگے اس پر مضمون لکھو، مجھے تو دونوں پر لکھنا ہے۔"

بقیہ صفحہ 75 پر

”جوہرِ خاص“

محمد فیصل علی

عالیان نے عنصر کو دیکھا اور پھر کافی دیر تک دیکھتا ہی چلا گیا۔ عنصر کے بال بے حد خوب صورت تھے۔ نرم و ملائم اور چمک دار جبکہ عالیان کے بال نہایت سخت، اکڑے ہوئے اور روکھے تھے۔ وہ انہیں سنوارنے کی جتنی کوششیں کرتا، ناکام رہتا تھا۔

چونکہ عالیان حساس مزاج کا مالک تھا اس لیے وہ اپنے بارے میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی پریشان رہتا تھا۔ اب انہی بالوں کے مسئلے کو لے کر وہ احساس کمتری کا شکار بنا ہوا تھا۔ وہ کلاس اور اسکول میں دیگر ہم مکتب ساتھیوں کے بال دیکھتا اور ان کا موازنہ اپنے بالوں سے کر کے اندر ہی اندر کڑھتا رہتا تھا۔

> اللہ تعالیٰ نے تو ہم سب کے اندر بے شمار خوبیاں رکھ دی ہیں، بس ہم نے ان کی کھوج لگانی ہے اور انھیں استعمال کرنا ہے

علاوہ ازیں اس کے کچھ ہم جماعت دوست بھی اس کا مذاق اڑاتے رہتے جس سے اس کا دل مزید دکھتا تھا۔ اس وقت بھی وہ انہی سوچوں میں گم تھا۔ یہ بریک کا وقت تھا۔ اچانک کچھ شریر لڑکوں کا گروہ وہاں آپہنچا، وہ سب عالیان کے گرد جمع ہو گئے:

”عالیان میاں! آپ اپنے ان ”تاریخی“ بالوں پہ کون سا ”خوش قسمت“ شیمپو لگاتے ہیں؟“

ایک شریر نے فقرہ کسا۔ عالیان خاموش رہا۔

”میرے خیال میں اسے شیمپو کی جگہ ”گریس ٹائپ“ کوئی چیز استعمال کرنی چاہیے۔“

دوسرے طالب علم نے پھبتی کسی۔

”نہیں دوستو! میں ایک اور مشورہ دوں گا اور وہ یہ کہ عالیان اپنے ان کڑے ہوئے بالوں میں ”گھنگرو“ ”ڈلوا لے، جدھر سے گزرے گا ایک دنیا اسے دیکھے گی اور میرا یار ”سپر اسٹار“ بن جائے گا۔“ تیسرے شرارتی نے عالیان کا مذاق اُڑایا

”ہاہاہاہاہاہاہاہاہاہاہاہا“

ان سب کے قہقہے طویل ہوتے چلے گئے۔

ادھر عالیان نے منہ چھپا کر رونا شروع کر دیا تھا۔

****

''عالیان بیٹا!! جلدی کرو کیا کر رہے ہو آخر، وین والا کافی دیر سے ہارن بجا رہا ہے، سن نہیں رہے کیا؟''

امی جان کی پکار سن کر عالیان جیسے خواب سے جاگا، وہ اس وقت آئینے کے سامنے کھڑا بالوں کو کنگھا کر رہا تھا کہ نجانے کن خیالوں میں کھو گیا تھا۔

''جی امی! بس میں چلا۔''

اس نے بلند آواز میں کہا اور پھر وہ امی کو سلام کرتا ہوا باہر نکل گیا۔

وین میں سوار ہو کر وہ سارا راستہ اپنے بارے میں سوچتا رہا۔ اسکول پہنچ کر وہ سیدھا اسمبلی میں پہنچا اور دعا میں شامل ہو گیا۔ دعا ہوئی اور اس کے بعد اسمبلی ماسٹر سر نعیم صاحب نے بچوں کو وہیں بیٹھنے کا اشارہ دیا۔ سب طلبہ گراسی پلاٹ پہ بیٹھ گئے۔ آج اسٹیج پہ کچھ غیر معمولی ہلچل سی نظر آ رہی تھی۔ سارے بچے چشم انتظار بنے بیٹھے تھے کہ کیا رونما ہونے جا رہا ہے۔ اس وقت نعیم صاحب کی آواز گونجی:

''عزیز طلباء!! السلام علیکم''

وہ سلام کا جواب سننے کے لیے رکے اور پوری اسمبلی نے بیک زبان وعلیکم السلام کہہ کر جواب دیا۔

نعیم صاحب دوبارہ گویا ہوئے:

''جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے کہ ہمارے اسکول کے معزز استاد جناب شہباز صاحب عمرہ کی سعادت حاصل کرنے تشریف لے گئے تھے، الحمدللہ وہ واپس تشریف لا چکے ہیں اور آج سے وہ اپنے تدریسی امور دوبارہ سر انجام دینا شروع کر دیں گے۔ اس موقع پہ ہم انھیں عمرہ کی مبارک باد پیش کرتے ہوئے ان کا بھرپور انداز میں استقبال کریں گے۔''

اس اعلان کے بعد سر شہباز صاحب اساتذہ کے جلو میں نمودار ہوئے۔ طلباء نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور خوب تالیاں بجائیں۔ اس کے بعد پرنسپل صاحب اور دیگر اساتذہ نے انھیں پھولوں کے ہار پہنائے اور مبارک باد پیش کی۔ بچے اپنے استاد محترم کی واپسی پہ بے حد خوش تھے۔ ایسے میں نعیم صاحب کی آواز لہرائی:

''بچو!! کیا خیال ہے اس موقع پر ایک اچھی سی نعت ہو جائے؟''

''یس سر!!!!'' بچوں کی آواز کی گونج سنائی دی۔

''او کے، آج میں آپ کو ایک ایسی آواز سنوانے جا رہا ہوں جو یقیناً ہمارے اسکول کی سب سے خوب صورت آواز ہے۔ یہ بچہ جسے میں اپنے اسکول کا ہیرا کہوں گا، میں نے پچھلے ہفتے ہی دریافت کیا، آپ بھی سنیں گے تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ میں درست کہہ رہا ہوں، اب نعت کے لیے تشریف لاتے ہیں ساتویں جماعت کے طالب علم عالیان!''

اپنا نام سنتے ہی عالیان دھک سے رہ گیا۔ پچھلے ہفتے بزم ادب میں سر نعیم صاحب نے اسے نعت سنانے کا کہا تھا لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس نے اس قدر اچھی نعت پیش کی تھی کہ سر اسے اسکول کا ہیرا قرار دیں گے۔ عالیان کو اسٹیج، زمین آسمان اور سارا منظر گھومتا ہوا سا

محسوس ہوا۔وہ مشکل سے اُٹھا۔اس نے دیکھا تمام طلباء اس کے لیے تالیاں بجا رہے تھے۔

وہ تمام طلباء جو اس کا اور اس کے بالوں کا مذاق اُڑاتے تھے۔اس کا چہرہ جوش اور خوشی سے سرخ ہوگیا تھا۔اب وہ سنبھل چکا تھا۔وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اسٹیج پہ جا پہنچا اور سر نعیم صاحب نے اسے مائیک تھما دیا۔ساتھ ہی انھوں نے عالیان کے کندھے پہ تھپکی دی اور کہا:

''شاباش بچے!اعتماد سے پیش کرو!''

عالیان پر اعتماد انداز میں مسکرایا اور پھر اس نے نعت پڑھنا شروع کر دی۔اس کی آواز میں عجیب سی مسحوریت تھی،سوز اور درد تھا۔پوری محفل پہ سکتہ سا طاری ہوگیا۔عالیان نے جیسے ہی نعت مکمل کی چاروں طرف سے ماشاء اللہ،سبحان اللہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔

وہ اسٹیج سے اُتر رہا تھا کہ پرنسپل صاحب کی آواز سنائی دی؛

''رکو بیٹا!!!''

عالیان چونک کر مڑا،اس نے دیکھا پرنسپل صاحب ڈائس کی طرف چلے آرہے تھے۔انھوں نے مائیک سنبھالا اور بولے:

''عالیان ویلڈن بیٹا! آپ کے پاس نعت خوانی کا عمدہ فن موجود ہے اور یہ جادوئی آواز عطیہ خداوندی ہے، اپنے فن کو مشق اور محنت سے نکھاریئے۔ہم میں سے ہر ایک کے اندر کوئی نہ کوئی جوہرِ خاص چھپا ہوتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ اسے اپنے اندر سے ڈھونڈا جائے اور پھر اس سے فائدہ اٹھایا جائے،شاباش عالیان !خوب دل لگا کر پڑھیں اور میری طرف سے یہ انعام بھی لیتے جائیں۔''

عالیان کو خوش گوار سی حیرت ہوئی۔پرنسپل صاحب نے پانچ سو کا نوٹ اس کی طرف بڑھایا،اس نے شکریہ ادا کرتے ہوئے انعام وصول کیا،سب طلباء نے ایک بار پھر بھرپور تالیاں بجائیں اور عالیان اپنی جگہ کی طرف بڑھ گیا۔

****

اب اسکول میں چاروں طرف عالیان کے چرچے تھے۔اس کی کلاس میں بریک کے وقت بہت سے طالب علم اس سے ملنے آئے تھے۔

اس کی اپنی کلاس کے طلباء بھی اب اس کے قریب ہونے لگے تھے۔شرارتی طلباء نے بھی اس کا مذاق اُڑانا چھوڑ دیا تھا۔عالیان دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہم سب قیمتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تو ہم سب کے اندر بے شمار خوبیاں رکھ دی ہیں،بس ہم نے ان کی کھوج لگانی ہے اور انھیں استعمال کرنا ہے۔وہ یہ بات بھی سمجھ چکا تھا کہ ظاہری سراپا اور حلیہ ثانوی حیثیت رکھتے ہیں،اصل چیز انسان کا فن اور ہنر ہے جس پہ توجہ دینی چاہیے۔

وہ دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی و انکساری سے جھکا جا رہا تھا جس کی عنایت سے عالیان کو اپنا جوہرِ خاص مل چکا تھا۔اسے منزل کی طرف جانے والا راستہ مل چکا تھا اور اب وہ اس سفر کو طے کرنے کے لیے پرعزم تھا۔

****

انوکھا انٹرویو

19

نعم توصیف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ آپ تمام قارئین ایمان و عافیت کی بہترین حالت میں ہوں گے۔ انو منو حاضر ہے ایک اور منفرد مہمان کے ساتھ۔

ہر ماہ ایک انوکھے مہمان کا انٹرویو اس لیے لے کر حاضر ہوتی ہوں کہ اللہ ان مہمانوں کے متعلق جاننے کے بعد ان مہمانوں کو ہمیں اپنا ساتھی بنانے کی توفیق دے اور ہم سب سے راضی ہو۔ آپ بھی انٹرویو پڑھنے سے پہلے یہ دعاء کیا کیجیے! چلیے شروع کرتے ہیں اپنی گفتگو انوکھے مہمان کے ساتھ۔

انو منو: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مہمان: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

انو منو: کیسی ہیں آپ؟

مہمان: شکر ہے اللہ کا میں بالکل ٹھیک۔

انو منو: اپنا اسم گرامی ہمارے دوستوں کو بتائیے۔

مہمان: جی۔۔میرا نام ہے۔۔۔"استغفار وتوبہ"

انو منو: توبہ! میری ایک جاننے والی ہیں۔ان کا نام بھی آپ سے ملتا ہے۔

مہمان: جی وہ "ط" سے ہوگا طوبیٰ، میں "ت" سے ہوں توبہ۔

انو منو: جی تو توبہ! آپ یہ بتائیں آپ کے نام کے معنی کیا ہیں؟

مہمان: جی میرے معنی ہیں رجوع کرنا یا لوٹنا۔گذشتہ گناہوں یا غلطیوں پر ندامت اور آئندہ اس قسم کی برائی یا گناہ نہ کرنے کا اقرار، کسی قول یا فعل سے باز رہنے کا عہد کرنا، یہ ہی میرے تفصیلی معنی ہیں۔

> اللہ کی رحمت سے نا اُمید مت ہوئیے۔جب گناہ سے باز نہیں آرہے تو توبہ سے کیوں باز آنا؟

انو منو: آپ کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے؟

مہمان: جی قرآن پاک میں کئی مقامات پر میرا ذکر ہے۔سورہ نور میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَتُوْبُوْا إِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (النور:۳۱)

''اور توبہ کرو اللہ کے آگے سب مل کر اے ایمان والو! تاکہ تم بھلائی پاؤ!''

انو منو: آپ کو کرنے سے ہمیں بھلائی نصیب ہوگی؟

مہمان: جی بالکل! بہت سے گناہ انسان انفرادی طور پہ کرتا ہے اور بہت سے اجتماعی طور پہ، گناہوں پر معافی چاہے وہ اکیلے مانگی جائے یا چند لوگ مل کر مانگیں، آپ سب کے لیے بھلائی کا سبب ہوگی یعنی خیر کا سبب ہوگی۔ سورۃ البقرہ کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو توبہ کرنے والوں سے بڑی محبت کرتا ہے۔ جب اللہ محبت کرے گا تو یقیناً بھلائی آپ کی جانب دوڑ کر آئے گی۔

انو منو: اگر ہم ایک بار ایک گناہ سے توبہ کرلیں اور دوبارہ وہی گناہ ہم سے ہوجائے پھر؟

مہمان: قرآن پاک اللہ تعالیٰ اپنے نبی پاک ﷺ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں:

''آپ لوگوں سے کہہ دیجئے: اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، اللہ یقیناً سارے ہی گناہ معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ غفور رحیم ہے''[الزمر:53]

پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے کرتے ہوئے آپ نیت کیجیے کہ جس گناہ کی وجہ سے آپ اللہ سے معافی مانگ رہے ہیں وہ دوبارہ نہیں کریں گے، لیکن اگر پھر سے وہ ہی گناہ دوبارہ ہوجائے تو پھر سے توبہ کیجیے۔ اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہوئیے۔ جب گناہ سے باز نہیں آرہے تو توبہ سے کیوں باز آنا؟

انو منو: یعنی چاہے کتنی بار بھی وہ گناہ ہوجائے، ہم توبہ کرلیں؟ میں سمجھ نہیں پا رہی آپ کی بات۔

مہمان: میں آپ کو ایک حدیث مبارکہ سے سمجھاتی ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو بندہ (گناہ کرکے) استغفار کرے (یعنی سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے) پھر وہ اگر دن میں ستر دفعہ پھر وہی گناہ کرے تو وہ اللہ کے نزدیک گناہ پر اصرار کرنے والوں میں نہیں ہے۔'' (جامع ترمذی)

انو منو: ہم تو دن میں کئی گناہ کرتے ہیں، ایسے گناہ جن کا ہمیں علم بھی نہیں ہوتا، ایسی صورت حال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ جب ہمیں پتا ہی نہیں تو ہم توبہ کیسے کریں؟

مہمان: اللہ تعالیٰ کو نبی پاک ﷺ سے زیادہ کسی سے محبت نہیں ہے۔ آپ ﷺ تو ہر گناہ سے پاک ہیں مگر آپ بھی دن میں کئی مرتبہ اللہ سے مغفرت طلب کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''خدا کی قسم! میں دن میں ستر دفعہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ و استغفار کرتا ہوں'' (بخاری)

آپ میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ کم از کم اس تعداد میں تو گناہوں کی معافی کی نیت سے رب کے حضور توبہ و استغفار کریں۔

انو منو: آپ کو کرنے کا کوئی خاص طریقہ ہے؟

مہمان: جواب تفصیل طلب ہے۔ اس لیے طوالت

سے پریشان مت ہو جائیے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی ایک نشست میں سو سو دفعہ اللہ کے حضور میں (توبہ و استغفار کے یہ الفاظ) ''رب اغفر لی وتب علی انک انت التواب الصدور'' عرض کرنا شمار کر لیتے تھے۔ (جامع ترمذی)

ایک اور حدیث مبارکہ یہاں سناتی ہوں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس بندے نے ان الفاظ کے ساتھ اللہ کے حضور میں توبہ و استغفار کیا تو وہ بندہ ضرور بخش دیا جائے گا۔ اگر چہ اس نے میدان جنگ سے بھاگنے کا گناہ کیا ہو وہ یہ ہیں۔

''استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ'' (جامع ترمذی)

اس کے علاوہ آپ صلوٰۃ التسبیح بھی پڑھ سکتے ہیں، دو رکعت نفل بھی پڑھ سکتے ہیں، کچھ نہیں تو بس استغفر اللہ ہی کہہ لیجیے۔ اللہ نے تو آپ سب کے لیے بے پناہ آسانیاں کی ہیں۔ وہ نہیں چاہتا کہ اس کے بندے آگ میں جلیں، اس کی رحمت تو آپ پر برسنے کے لیے بہانے ڈھونڈتی ہے۔

انو منو: سبحان اللہ! آپ کو لازم پکڑنے سے ہمیں دنیاوی کیا فوائد حاصل ہوں گے۔

مہمان: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو بندہ استغفار کو لازم پکڑ لے (یعنی اللہ تعالیٰ سے برابر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے) تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے تنگی اور مشکل سے نکلنے اور رہائی پانے کا راستہ بنا دے گا، اس کی ہر فکر اور ہر پریشانی کو دور کر کے کشادگی اور اطمینان عطاء فرمائے گا اور ان کو ان طریقوں سے رزق دے گا جن کا اس کو خیال و گمان بھی نہ ہوگا۔'' (سنن ابی داؤد)

انو منو: اللہ اکبر! ہم صرف اپنی زبان کو ذرا سا ہلا کر اتنا سا ذکر کریں اور اتنی آسانیاں؟

مہمان: آپ اپنے لیے استغفار کریں اس کے تو فوائد ہیں ہی، دوسرے کے لیے بھی اگر استغفار کریں گے تو اس کا فائدہ بھی ہمیں ملے گا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو بندہ عام مومنین و مومنات کے لیے ہر روز (25 یا 27 دفعہ) اللہ سے معافی اور مغفرت کی دعاء کرے گا۔ وہ اللہ کے مقبول بندوں میں سے ہو جائے گا جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور جن کی برکت سے دنیا والوں کو رزق ملتا ہے:

''اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات و المسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات'' (حصن حصین)

انو منو: اللہ اکبر! بے شک ہمارا رب بڑا ہی رحیم ہے۔ جو مختصر عمل پر بڑے انعامات سے نوازتا ہے۔

مہمان: بے شک! آپ نے مجھے یہاں مدعو کیا اس کے لیے میں آپ کی شکر گزار ہوں۔ میرے بارے

میں اور بھی بہت کچھ ہے۔لیکن اتنا میرا تعارف کافی ہے۔میرا انٹرویو پڑھ کر کسی کو مزید لگن ہوگی میرے متعلق جاننے کی تو مجھے یقین ہے اللہ اس کے علم میں مزید اضافہ کریں گے ان شاءاللہ!

انو منو: بالکل! اس مختصر سلسلے میں، میں تو بس آپ جیسے انوکھے مہمانوں کے متعلق تھوڑا بہت ہی آپ سے پوچھ کر قارئین کو بتا پاتی ہوں۔ ورنہ آپ سب اب تک یہاں میرے پاس انٹرویو دینے آئے ہیں، ان پر تو ڈھیروں ڈھیر کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

مہمان: اللہ آپ کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ اب مجھے اجازت دیجیے۔میری دعاء ہے کہ اللہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے ہر مسلمان کی مغفرت فرمائے، سب پر اپنا رحم و کرم فرمائے۔آمین

جزاک اللہ خیرا کثیرا انو منو! اللہ آپ کو شاد و آباد رکھے! فی امان اللہ!

****

جی تو ساتھیو! یہ تھے ہمارے مہمان، یقین ہے کہ ان کی ساری نہیں تو کسی ایک بات پر تو عمل ضرور کریں گے۔ پھر ملتے ہیں اگلے ماہ انوکھے مہمان کے ساتھ۔۔۔ ان شاءاللہ

تب تک کے لیے انو منو کو دیجیے اجازت۔۔۔خوش رہیے اور خوشیاں بانٹیے۔۔۔اللہ حافظ

دعاء کیجیے! دعاء دیجیے! اور دعاء لیجیے!

****

ہمشیرہ محمد انیس

اللہ کافی

بے شک آپ کی باتیں سننے کے لئے کوئی نہ ہو، یاد رکھیں اللہ آپ کے ہر ایک لفظ کو سنتا ہے جو آپ کہتے ہیں یا نہیں۔ ہر ایک احساس اور خیال جو آپ کے دل میں آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ وہ اسے جانتا ہے یہاں تک کہ اگر آپ بھول جاتے ہیں کہ آپ نے کیا کہنا تھا، یا جو آپ کچھ دن پہلے محسوس کر رہے تھے۔اس سے باتیں کریں، وہ ہماری ساری پریشانیوں کو جانتا ہے اور اس ہی پر بھروسہ کریں۔اگر آپ نے کوئی معجزہ نہیں دیکھا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ معجزے نہیں ہوتے۔ وہ تب ہوتے ہیں جب آپ صرف اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں ہر چیز اور شخص کو چھوڑ کر، اور وہ پھر آپکے لئے واقعی کافی ہو جاتا ہے۔

ناکامی کی وجہ

محمد شعیب

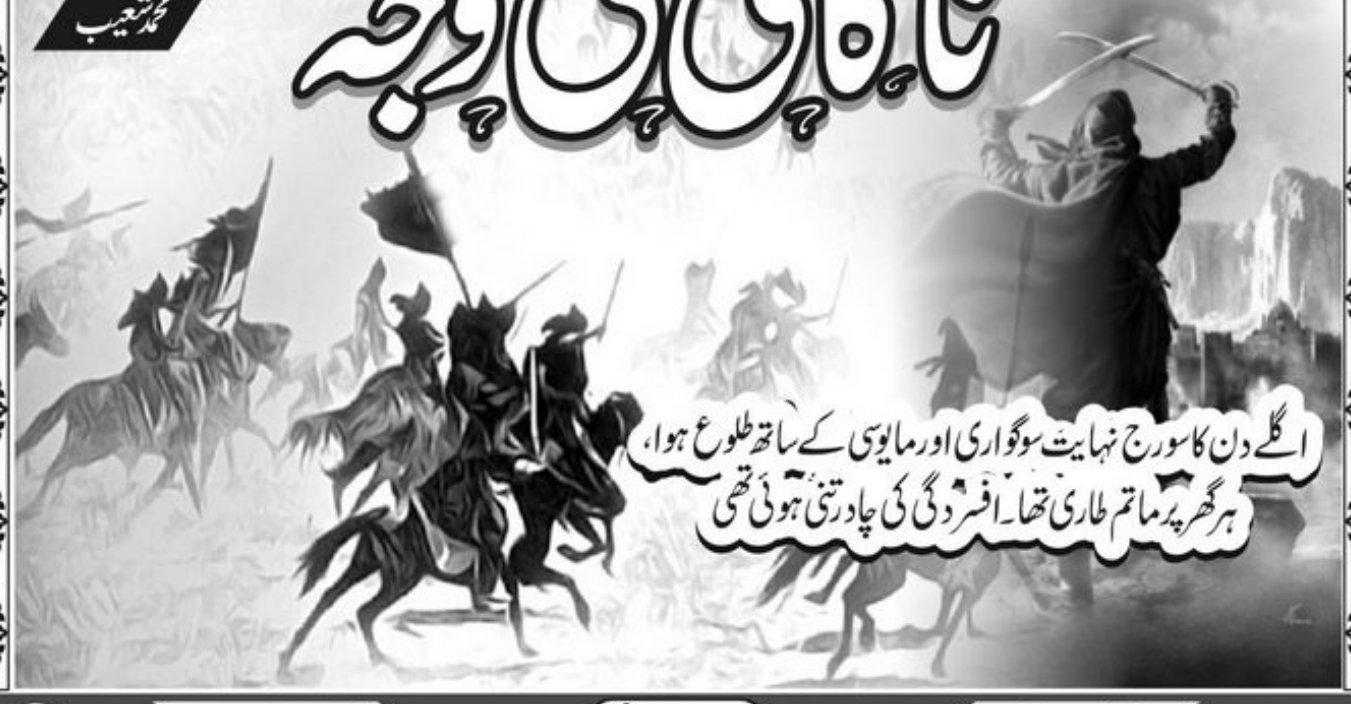

''نوجوانو! ہوشیار ہو جاؤ دشمن تم پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تول چکا ہے'' سپریم کمانڈر عماد الدین نے شام کی سیاہی کے اُفق پر پھیلتے ہی اپنے نوجوان سپاہیوں کو خبردار کرتے ہوئے کہا۔

نوجوانوں نے جب اپنے کمانڈر کا یہ حکم سنا تو فوراً ہی تیار ہو بیٹھے اور پیش آنے والے ایک بڑے محاذ کے لئے کمریں کس لیں۔

یہ ایک مسلم قبیلے کی جائے ورود تھی جسے انہوں نے مستقل ٹھکانہ منتخب کرلیا، اب یہ اچھی بھلی بستی کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ اطراف اکناف میں سبھی غیر مسلم قبائل آباد تھے۔ اس مذہبی اختلاف کی وجہ سے قبیلے کو اکثر وبیشتر بین القبائل تجارت اور دیگر تعلقات ومراسم میں دقت و پریشانی کا سامنا رہتا لیکن مسلمانوں نے صبر وتحمل کا دامن تھامتے ہوئے کبھی امن وامان کی فضاء کو مخدوش بنانے کی کوشش نہیں کی لیکن کچھ عرصہ سے بیرونی طاقتوں کی سازشوں کے نتیجے میں غیر مسلم قبائل نے مسلم آبادی سے چھیڑ چھاڑ اور باقاعدہ لڑائی مول لے لی تھی۔

اس صورتحال کے پیش نظر مسلمانوں کا خاموشی کی چادر اوڑھے رکھنا غیرت وحمیت کے خلاف تھا۔ چنانچہ باقاعدہ طور پر مسلم اور غیر مسلم میں تنازع جاری ہوا۔

اب وقتاً فوقتاً لڑائیاں اور جھڑپیں معمول کا حصہ تھیں۔ قبیلے کے سرداروں نے دفاعی ضروریات کو ازخود ضروری محسوس کرتے ہوئے ایک دفاعی پارٹی تشکیل دی جس کے انچارج اور چیف کمانڈر عماد الدین کو مقرر کیا گیا

قبیلے کی دفاعی تنظیم نے کمانڈر صاحب کی سرکردگی میں دشمن قبائل کو مختلف اوقات میں بری طرح شکست سے دوچار کیا لیکن پھر قبائل نے اکیلے

اکیلے اپنی دال گلتے نہیں دیکھی تو اکٹھے حملہ آور ہوئے۔اب مسلمانوں کو دہری مشقت کا سامنا کرنا پڑا تو قبیلے کے رہنماؤں نے مشورے سے قریبی مسلمان ریاستوں سے مدد لینے کاارادہ کرلیا۔

اس مقصد کے لئے انہوں نے اپنی ایک خارجہ پالیسی اپنائی اور اپنا ایک وفد مسلمان حکمرانوں کے پاس بھیجا۔وفد نے پہنچ کر اپنی زبوں حالی اور غیر مسلم قبائل کی چیرہ دستیوں کی خبر دی اور اپنی مدد کے لئے فریاد کی، لیکن اس ساری پالیسی کے بعد کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ملی۔

مسلمان حکمران بدستور سیاسی پارٹیوں کے قائد ہی ثابت ہوئے انہوں نے اپنے بھائیوں کی مدد کو پہنچنے کی بجائے اس معاملے کو بھی اپنی سیاست چمکانے کا ذریعہ بنالیا۔

قبیلے نے مسلمان حکمرانوں کی بے حسی کو دیکھا تو اپنی مدد آپ کے تحت قبیلے کی دفاعی تنظیم سے منسلک ہو کر کمانڈر عماد الدین کی سرکردگی میں مزاحمت جاری رکھی۔

اب ہر آنے والا دن اور رات نت نئے فتنوں اور پریشانیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتی مختلف قبائل ملکر دن اور رات کسی بھی وقت حملہ آور ہوجاتے اور قبیلے کو بھاری نقصان پہنچا کر پلٹ جاتے۔

اسی لیے موقع بموقع اور وقتاً فوقتاً کمانڈر صاحب کو ہدایات جاری کرنا پڑتیں اور ہمہ وقت مستعد رہنا ہوتا،آج بھی اس ناگہانی آفت سے نمٹنے کے لئے ان کے لاشعور نے انہیں پہلے ہی سے ہوشیار کر دیا تھا،چنانچہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو پہلے ہی خبردار کرکے گویا دفاعی پروجیکٹ مکمل کرلیا تھا،مگر آنے والے وقت نے ثابت کر دیا کہ ان کی یہ پیش رفت ادھوری تھی۔

جی ہاں! اردگرد کے تقریباً تمام قبائل نے ملکر ہلّہ بول دیا تھا اور شاید وہ آج کے دن قصہ ہی ختم کر دینے کا عزم لے کر آئے تھے۔اس لیے تو وہ آگے ہی آگے بڑھتے چلے جارہے تھے۔

کمانڈر صاحب نے اپنے جوانوں کے ساتھ ملکر نہایت بے جگری سے مقابلہ کیا،مگر اس ٹڈی دل کے سامنے اور اس شدید حملہ میں وہ آخر کہاں تک ٹھہر سکتے تھے؟ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا،ان کی دفاعی پوزیشن بھی گر رہی تھی۔بالاخر ایک زبردست شکست نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی،انہیں شدید مالی اور جانی نقصان اٹھانا پڑا، اب رہے سہے جو کچھ حوصلے باقی تھے وہ بھی ختم ہو گئے۔

اگلے دن کا سورج نہایت سوگواری اور مایوسی کے ساتھ طلوع ہوا،ہر گھر پر ماتم طاری تھا۔افسردگی کی چادر تنی ہوئی تھی،کتنے گھروں کو چلانے والے رخصت ہو چکے تھے اور کتنے سہاگ اجڑ چکے تھے اور کتنی مائیں بہنیں اپنے سرتاجوں سے محروم ہو کر بیوگی میں داخل ہوچکیں تھیں؟ اور کتنے بچے گھنے سائے سے محروم ہو کر یتیمیت کا لباس اوڑھنے پر مجبور ہو چکے تھے؟ قبیلے کی اس بے کسی اور بے چارگی کو دیکھتے ہوئے اپنے تو اپنے دشمنوں کو بھی رحم آگیا، یوں چند دنوں کے لئے بیرونی حملوں سے اطمینان ہوگیا، مگر ہائے کیا اطمینان اور کیسی خوشی؟ جب آنگن ہی خالی ہو چکے،مکیں لامکاں ہو گئے میخانے تو باقی ہیں مگر ساقی

روٹھ چلے۔

کچھ عرصہ اسی حالت میں گزر گیا، پھر ایک دن مستقبل کے پر ہول خطرات نے قبیلے کے بچے کھچے بوڑھوں مریضوں اور بچوں کو جمع ہونے پر مجبور کر دیا، وہ سر جوڑ کر بیٹھے ہوئے تھے اب وہ مستقبل کے خطرات سے نمٹنے کے لئے ایک منظم دفاعی نظام تشکیل دینا چاہتے تھے۔ ویسے چاہتے تو وہ بیرونی قبائل سے ان کی شرائط پر صلح کر کے اپنے لیے اطمینان کا سامان کر سکتے تھے مگر یوں دب کر صلح کرنا کم ازکم ایک بہادر اور جرأتمند مسلمان کی شان کے لائق ہرگز نہیں تھا۔

کمانڈر عماد الدین تو اسی رات والی کاروائی کے اندر نہایت دلیری اور جرأت کے ساتھ داد شجاعت دیتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر چکے تھے مگر اپنے پیچھے اپنے ایک دست راست نہایت شجاع اور بہادر نوجوان ساتھی ضرار احمد کو اپنے مشن کا وارث چھوڑ گئے۔

اب جبکہ قبیلے کے بزرگ و جوان افراد نے گٹھ جوڑ کر لیا تھا تو ضرار احمد گویا ہوئے:

''بزرگو اور دوستو! کیا آپ حضرات کو معلوم بھی ہے کہ ہم لوگ پچھلی کاروائیوں کے اندر بسیار کوششوں کے باوجود پے در پے کیوں شکست کھاتے آئے ہیں؟ آخر وہ کون سے اسباب و عناصر تھے جن کے باعث ہمیں ہر بار شکست سے دو چار ہونا پڑا؟''

ضرار احمد کی آواز سن کر قبیلے کے سارے افراد ہی اس کی طرف متوجہ ہو چکے تھے آخر کو یہی تو نکتۂ نظر تھا جس کے لئے اکٹھ کیا گیا، تمام افراد اسی وجہ کو جاننے کے لئے ہی تو بے تاب تھے۔

اسی اثناء میں ایک مرتبہ پھر ضرار احمد کی آواز گونجی:

''میرے محترم بزرگوار عزیزو! مالکِ کائنات کا صد ہا شکر ہے کہ اس نے اپنے بندے کی توجہ کو اس جانب مبذول کیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ سبھی شکست اور ناکامی کی وجہ کو جاننے کے لئے بے تاب ہو رہے ہیں، تو سنیے! میرا خیال یہ ہے کہ ہم لوگوں نے اپنی جان اور اموال کی حفاظت کے لئے تو ایک پروگرام تشکیل دیا تھا قبیلے کے دفاعی اور اپنے دنیاوی مفادات کے لئے تو قدم اٹھایا مگر اپنے اس جہاد کے اندر دینی تقاضوں کو بالکل بھی جگہ نہیں دی۔

کیا ایسا نہیں ہے کہ ہم نے دنیاوی اغراض و مقاصد کو دینی ضروریات پر ترجیح دے کر اپنی جدوجہد کو محض دنیاوی مفادات کے لئے منحصر رکھا۔ ہم نے دنیاوی ضرورت کی خاطر تو اسلحہ اٹھایا مگر اعلائے کلمۃ اللہ اور دینی سربلندی ہمارے حاشیہ خیال کو بھی چھو کر نہیں گزری تھی، اور جب ہماری طرف سے یہ عمل اور نیت تھی تو پروردگار عالم کی طرف سے مدد و نصرت کس طرح اترتی؟''

ضرار احمد صاحب جب اپنی تقریر سے فارغ ہوئے تو شرمندگی سے سب کے سر نیچے کو جھک چکے تھے۔ ضرار احمد صاحب نے جب اپنی قوم کو اس طرح شرمندہ ہوتے دیکھا تو دوبارہ گویا ہوئے:

''دوستو! میرا مقصد کسی کو شرمندہ کرنا ہرگز نہیں ہے، اس جرم کے اندر تو بحیثیت قوم ہم سب ہی شریک ہیں، اگر شرمندگی ہی صرف اسکا علاج ہے تو سب سے زیادہ مجھ

پھل دار درخت

محمد بن محمود

دیکھیں ہیں وہ درخت جو موسم خزاں میں جھڑ جاتے ہیں۔
لوگ اس کے سایہ میں نہیں جاتے اسے بے کار سمجھنے لگتے ہیں
لیکن ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس درخت پر پتے پھر سے نکل آتے ہیں پھلدار ہو جاتا ہے اور اسی درخت کے سایہ میں لوگ بیٹھنا پسند کرتے ہیں، انسان درخت کی طرف تب جاتا ہے جب اسے اس سے فائدہ حاصل ہو جب وہ چھاؤں دے سکتا ہے پھل دے سکے۔

دیکھے جیسے اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو پھر سے پھل دار کر دیا جبکہ وہ درخت بالکل جھڑ چکا تھا۔

اس طرح آپ جتنی دفعہ ناکام ہوں گے ٹوٹیں گے گریں گے۔۔۔وہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے وہ آپ کو پھر سے پہلے جیسا مضبوط بنا دے گا، پھر سے کامیاب کر دے گا، پھر سے وہی لوگ جو آپ سے دور بھاگتے تھے وہ خود آپ کے پاس آئیں گے۔بس یقین رکھیں اس پر ایسا یقین کہ جس میں شک کا ایک تنکا بھی نہ ہو۔

کو شرمندہ ہونا چاہیے، مگر بات یہ ہے کہ محض شرمندگی سے کچھ بھی ہونے کا نہیں ہمیں عملاً قدم اٹھانا ہوگا۔

جی ہاں جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں درست راہ سلجھا دی ہے تو ہمیں پہلی فرصت کے اندر ہی اپنی نیت اور عمل کو راہِ راست اور صحیح خطوط پر استوار کر کے عملی جدوجہد کا آغاز کر دینا چاہیے۔

انفرادی حوالے سے ہمارے نوجوان الحمدللہ پہلے بھی دینی تقاضوں پر مکمل عمل پیرا ہیں اب اجتماعی طور پر بھی پورے قبیلے پر اسلامی قانون لاگو کر کے ایک اسلامی ریاست کا ڈھانچہ تشکیل دینا چاہیے اور پھر اسی مرکز کے تحت کام کرتے ہوئے اپنی آزادی اور پوری دنیا پر نفاذِ اسلام کے لئے قتال فی سبیل اللہ کرنا ہوگا، اس وقت کامیابی ہمارے قدم نہ چومے تو پھر کہنا"

اتنا کہہ کر ضرار احمد صاحب خاموش ہوئے تو سب نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔نعرے کے جواب کے ساتھ ساتھ سب نے صحیح خطوط پر نہج صحابہ کے مطابق عمل کرنے کا پکا عہد کر لیا تھا۔

****

بلال طلحہ

کھڑکی

1

ایک بار ایک شخص نے اپنا نیا مکان تعمیر کیا۔ وہ ماضی میں ایک چھوٹے سے مکان میں رہتا تھا۔ اس کا گھر بہت خوبصورت نہیں تھا۔

اب اللہ کے فضل و کرم سے وہ ایک بڑا مکان بنانے کے قابل تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں، اس نے ایک خوبصورت دروازہ کے ساتھ ایک اچھا مکان تعمیر کیا اور اس نے گھر میں کھڑکی رکھی، ہر ایک نے اسے پسند کیا۔ وہ بہت پر جوش تھا۔

ایک دن اس نے حضور اکرم ﷺ کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ نبی کریم ﷺ اس کے گھر تشریف لائے۔ اس نے دیکھا کہ گھر میں ایک خوبصورت کھڑکی ہے جو باہر سے کھلتی ہے۔

آپ ﷺ نے اس کے گھر کی تعریف کی اور مالک سے پوچھا:

''آپ نے یہ کھڑکی اپنے گھر کے باہر کیوں رکھی؟
آپ کے ارادے کیا ہیں؟''

مالک نے پر جوش جواب دیا:

''میں اپنے گھر کو کامل بنانا چاہتا ہوں۔ میں نے یہ کھڑکی بنائی تاکہ تازہ ہوا اور سورج کی روشنی میرے گھر میں داخل ہو سکے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

''یہ اچھی بات ہے لیکن اگر تم کھڑکی سے اذان کی آواز سننے کا ارادہ کرتے تو اپنی نیک نیت کا بدلہ پاؤ گے اور سورج کی روشنی اور تازہ ہوا بھی اندر آجائے گی۔

اگر تم سورج کی روشنی اور تازہ ہوا حاصل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تو بھی تم انہیں حاصل کر سکتے ہو، لیکن اذان کی آواز سننے کی اپنے نیک نیتی پر تم دونوں چیزیں حاصل کر سکتے ہو۔''

وہ چونک گیا۔ اس نے خود سے وعدہ کیا کہ آئندہ وہ کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے ہمیشہ نیک نیت کرے گا۔

تو عزیز بچو! اس کہانی میں یہ درس ملتا ہے کہ
اپنے ارادوں کو ہمیشہ اچھا رکھیں۔

آئیے! یہ ارادہ کریں کہ ہم اللہ سے اجر حاصل کرنے کے لئے یہ احادیث کہانیوں کے ساتھ سیکھ رہے ہیں اور تاکہ ہم اپنے پیارے نبی محمد ﷺ کی سیرت سیکھ سکیں۔ ہم اسے یاد رکھیں گے اور ان شاء اللہ ان پر عمل کریں گے۔

مجھے اُمید ہے کہ آپ نے اس کہانی سے اچھا سبق سیکھا ہوگا۔

*****

ڈیجیٹل چوری

سائرہ شاہد

چار لڑکے کھیل کے میدان میں بیٹھے بہت توجہ سے کچھ دیکھ رہے تھے۔ آج میدان میں کوئی ہلچل نہیں تھی کیونکہ اکثر جماعتوں کے امتحانات تھے۔ اُن چار لڑکوں میں اویس اور اُس کے تین دوست تھے جو اویس کے موبائل پر جھکے ہوئے تھے۔

"یہ دیکھو! اشرف بھائی کا واٹس ایپ۔ کیسے کیسے میسج کر رکھے ہیں یار!"

اویس نے اپنے موبائل سے واٹس ایپ کھولا جہاں اُن کے ہمسائے اشرف کا اکاؤنٹ کھلا تھا۔

"شکل سے کتنا شریف لگتا ہے نا وہ میسنا؟ دیکھو تو کیسے جوک مارتا ہے اپنے دوستوں سے باتیں کرتے ہوئے۔"

حماد نے حیران ہوتے ہوئے اگلے میسج کھولے۔

"سب لوگ اپنے دوستوں سے ہی باتیں کرتے ہیں، اس میں کیا غلط ہے؟"

عبداللہ نے اشرف کی طرفداری کرتے ہوئے کہا

"بس کر یار! لیکچر دے کر بور مت کرنا پلیز! اویس تم یوٹیوب پر ایک اور ویڈیو تھی جس میں کسی کی وائی فائی کو ہیک کرنے کے بعد چلانے کا طریقہ بتایا گیا تھا۔ میں نے ایک منٹ کے لیے اُس وائی فائی والے انکل سے موبائل لیا تھا اور اپنی ٹرک آزمائی۔

نے یہ سب کیسے کیا؟"

عادل نے اُکتاہٹ بھرے لہجے میں عبداللہ کو ٹوکا اور پھر اویس سے سوال کیا۔

"یوٹیوب سے۔ وہاں بہت ساری ٹرکس بتائی ہوئی تھیں۔ ایک ٹرک مجھے اچھی لگی اور میں نے اشرف بھائی کا وٹس ایپ منٹوں میں ہیک کر لیا۔"

اویس نے چٹکی بجاتے ہوئے اپنا کارنامہ بتایا۔

"واہ! تم تو لاجواب ہیکر ہو۔ آج سے مجھے اپنی شاگردی میں لے لو!"

حماد نے اویس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے

اس کی تعریف کی۔

*****

"حماد! آج بھی کھیل کے میدان میں آنا، ایک اور مزے دار چیز دکھانی ہے۔"

اویس نے اردو کے پیریڈ میں حماد سے کہا تو وہ خوش ہوگیا کہ دوبارہ کچھ نیا دیکھنے کو ملے گا۔

اویس متوسط گھرانے کا اکلوتا چشم و چراغ تھا۔ اُس نے مڈل پاس کرتے ہی اپنے ذاتی موبائل کے لیے ضد کی اور اُس کی ضد سے تنگ آ کر اسے موبائل لا دیا گیا۔ جبکہ اُس کے باقی تینوں دوست عبداللہ، حماد اور عادل ابھی اس سے محروم تھے اس لیے وہ اویس کے ساتھ رہتے تاکہ انھیں بھی موبائل ہاتھ میں لینے کا موقع مل سکے۔

چھٹی کے بعد اُن سب نے گھر میں داخل ہوتے ہی بستے پھینکے اور پھر سے اپنی مخصوص جگہ پر جمع ہو گئے۔

"یہ دیکھو! میرا پیکج نہیں ہے اور میں نے وائی فائی کھولی پاس ورڈ لکھا اور یہ دیکھو نیٹ چلنا شروع۔"

اویس نے اُنہیں سب دکھاتے ہوئے، پاس ورڈ ان سے چھپا کر لکھا اور نیٹ چلنا شروع ہوگیا۔

"واااااؤ! یعنی بغیر پیسے لگائے تم نیٹ بھی چلا سکتے ہو۔" عادل نے حیران ہوتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں! یوٹیوب پر ایک اور ویڈیو تھی جس میں کسی کی وائی فائی کو ہیک کرنے کے بعد چلانے کا طریقہ بتایا گیا تھا۔ میں نے ایک منٹ کے لیے اُس وائی فائی والے انکل سے موبائل لیا تھا اور اپنی ٹرِک آزمالی۔"

اویس نے فرضی کالر جھاڑتے ہوئے اپنا کارنامہ بیان کیا تو سب اُسے سراہنے لگے۔

*****

"ہم روزانہ چھوٹی موٹی چوریاں کرتے ہیں اور ہمیں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ ہم نے چوری کی ہے۔"

اسلامیات کے استاد صاحب نے چوری کی مذمت میں سبق پڑھانے کے بعد کہا۔

"جی سر جی! ہم اپنے بہن بھائیوں سے نظر بچا کر کچھ رکھ لیں تو وہ بھی چوری ہوئی۔"

عبداللہ نے کہا تو استاد صاحب مسکرانے لگے۔

"آپ میں سے ایسا کون ہے جس نے کبھی چھوٹی سی چوری بھی نہ کی ہو۔"

استاد صاحب نے سوال کرنے کے بعد باری باری سب کو دیکھا تو کچھ دیر بعد اویس کھڑا ہوگیا۔

"سر جی! میں نے کبھی چوری نہیں کی۔"

اویس نے خوش ہو کر کہا تو استاد صاحب نے اُسے شاباش دی اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تم نے اشرف بھائی کا وٹس ایپ چوری کیا تھا۔"

عادل نے کھی کھی کرتے ہوئے اویس کو یاد دلایا۔

"وہ تو صرف میسج دیکھے، وہ چوری کیسے ہوئی بھلا؟"

اویس نے جلدی سے صفائی دی تو عادل چُپ ہو گیا۔

*****

"آاااا۔۔۔۔۔بچاؤ۔۔۔۔بچاؤ!"

وہ آم کے درخت پر چڑھتے ہوئے پھسلا اور شاخ

سے اس کا پاؤں اٹک گیا۔اب وہ اُلٹا لٹکا ہوا چلا رہا تھا۔

"ہاہاہا۔۔۔"

اچانک اُسے ہنسنے کی آواز آئی تو اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور اُس کی نظر ایک آم پر پڑی جو اُس پر ہنس رہا تھا۔

''وَلَا تَاْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ''

اور اپنے اموال آپس میں ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ۔

آم نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 188 پڑھ کر سنائی

"میں۔۔۔میں۔۔۔چوری نہیں کر رہا تھا۔"

وہ خوف سے چلانے لگا کیوں کہ اُسے چوری سے نفرت تھی اِس لیے وہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

"تم کسی اور کے وائی فائی پر نیٹ استعمال کرتے ہو اور وائی فائی کے پیکج کے لیے پیسے نہیں لگاتے۔کیا یہ چوری نہیں؟''

آم نے اُس کی بات پر غصیلے لہجے میں کہا

"وہ۔۔۔وہ تو ٹرِک ہے۔۔۔میں نے چوری نہیں کی۔" وہ اپنی بات پر بضد تھا۔

"انٹرنیٹ پر ہر چیز اچھی نہیں ہے اور ہر چیز تمہارے لیے نہیں ہے۔کچھ ویڈیوز دیکھ کر تم ٹرِک ماسٹر بن گئے،اصل بات یہ ہے کہ تم بہت بڑے چور بن چکے ہو۔"

آم نے اسے احساس دلانے کی کوشش کی تو وہ شرمندگی کے مارے بھول ہی گیا کہ وہ درخت پر لٹکا ہوا ہے۔

"استغفراللہ۔۔۔استغفراللہ" اُس نے زور زور سے کہنا شروع کیا تو اپنی ہی آواز سے اُس کی آنکھ کھل گئی۔

*****

کھیل کے میدان میں چاروں دوست جمع تھے اور اویس کے موبائل پر وہ آیات مبارکہ سماعت کر رہے تھے جو اویس نے خواب میں سنی تھیں۔

"شیطان نے کیا خوب کھیل کھیلا ہے دوستو!اپنی ٹیم کے انسانوں سے ایسی ویڈیوز بنوائیں جس سے چوری سکھائی جاتی ہے۔"

اویس نے اُداس ہو کر کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلایا۔

"قرآن پاک میں کسی کی جاسوسی سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔"

عبداللہ نے دوسری بات پر توجہ دلائی۔عادل اور حماد کو بھی احساس ہوا کہ وہ سب غلط راہ پر چلنے والے تھے اور اللہ نے انہیں بچالیا۔

"ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی کے لیے حرام کاموں کو ترک کرنا ہوگا چاہے اُن کی نوعیت جیسی بھی ہو۔"

عادل نے گفتگو میں حصہ لیا۔

"اللہ پاک ہم سب کو ہدایت کاملہ عطاء فرمائے۔آمین" حماد نے ہاتھ اٹھا کر دعاء کی تو سب نے آمین کہا اور سب اپنے گھر کی طرف چل دیئے لیکن اویس کے قدم اشرف بھائی کے گھر کی طرف بڑھ گئے کیونکہ اُس نے اُن سے معافی بھی تو مانگنی تھی۔

*****

ابوشفاء

دنیا کی ایسی خوفناک جگہیں جہاں جانا ہر ایک کے بس کی بات نہیں!!

دنیا میں کچھ جگہیں عجیب ہیں تو کچھ عجیب تر۔ آج آپ کو انہیں عجیب تر جگہوں کی سیر کرواتے ہیں جہاں انسان جا کر رہ تو نہیں سکتے مگر وہاں کی تمام معلومات انہیں حاصل ہیں۔ ایسی خطرناک جگہیں جو ہمارے وہم وگمان سے کہیں باہر ہیں۔ آئیے ان میں سے چند ایک کا مشاہدہ کرتے ہیں:

زہریلی جھیل کیوو، کانگو (افریقہ)

یہ جھیل افریقہ کی بڑی جھیلوں میں سے ایک ہے جو کہ ڈیموکریٹک ریپبلک آف کانگو اور روانڈا کی درمیانی سرحد پر واقع ہے۔ اس جھیل کے گہرے پانی میں مہلک اور زہریلی میتھین گیس کے ذخائر موجود ہیں۔

ماہرین کے مطابق اس جھیل میں تقریباً 60 ارب کیوبک میٹر میتھین اور 300 کیوبک میٹر کاربن ڈائی آکسائیڈ تحلیل ہیں۔ یہ گیس ایک قریبی آتش فشاں کی سرگرمیوں اور جھیل کی تہہ میں موجود بیکٹیریا کے گلنے سڑنے کے عمل کی وجہ سے بن رہی ہے۔

ماہرین نے متنبہ کیا ہے کہ میتھین گیس کی بڑھتی ہوئی مقدار تباہ کن ہو سکتی ہے جسے انہوں نے ''اوورٹرن'' کا نام دیا ہے۔ اسے لمنک ارپیشن بھی کہا جاتا ہے۔ یہ تب وقوع پذیر ہوتا ہے جب گیس کا پریشر جھیل کی گہرائی میں موجود پانی کے دباؤ سے بڑھ جاتا ہے، جس کے نتیجے میں ایک چین ری ایکشن شروع ہوتا ہے۔ جتنی تاریخ ہم جانتے ہیں اس میں ابھی تک صرف دو ہی لمنک ارپیشن کے واقعات پیش آئے ہیں۔

پہلا واقعہ 1986ء میں جھیل اینوائی اوس میں ہوا اور اس کے وجہ سے 1700 سے زائد لوگوں کا دم گھٹ گیا جب کاربن ڈائی آکسائیڈ کا ایک بادل 100 میٹر پانی کے فوارے کے ساتھ جھیل سے پھٹا تھا اور ساحل سے 25 کلومیٹر دور تک پھیل گیا تھا۔

کیوو کا علاقہ اینوئی اوس سے ہزار گنا زائد گیس رکھتا ہے لہٰذا اگر اس کے ایک حصے کا بھی اخراج ہو جائے تو اس کے گرد رہنے والے 20 لاکھ لوگوں کی زندگی خطرے میں ہوگی۔

فی الحال سائنسدانوں کی کوشش ہے کہ کسی حادثہ سے پہلے اس گیس کو نکال لیا جائے۔ اتنی گیس سے 960 میگاواٹس بجلی پیدا کی جا سکتی ہے۔

*****

کوہ میراپی، انڈونیشیا

ہر سال دنیا بھر میں 60 کے قریب آتش فشاں پھٹتے ہیں۔ اس وقت دنیا میں 80 کروڑ لوگ کسی فعال آتش فشاں سے 100 کلومیٹر کے دائرے میں بستے ہیں۔ یہ وہ فاصلہ ہے جو کسی بڑے آتش فشاں کی زد میں آسکتا ہے۔ ان میں سے 20 کروڑ افراد کا تعلق انڈونیشیا سے ہے۔ انڈونیشیا بحرالکاہل کے رِنگ آف فائر یعنی آتشیں حصار کہلانے والے علاقے میں آتا ہے، جہاں زمینی پرتیں آتش فشاں پہاڑوں کے پھٹنے اور زلزلوں کا باعث بنتی ہیں۔ ماؤنٹ میراپی کو وہاں کا سب سے طاقتور آتش فشاں قرار دیا جاتا ہے۔

انڈونیشیا کے جزیرے جاوا میں واقع میراپی آتش فشاں کبھی بھی اپنے اختتام کو نہیں پہنچتا۔ یہاں تک کہ اگر یہ نہ بھی پھٹے تو تب بھی اس کی چوٹی سے دھوئے کے بادل اٹھتے دکھائی دیتے رہتے ہیں۔ گزشتہ پانچ صدیوں میں یہ آتش فشاں تقریباً ساٹھ مرتبہ پھٹ چکا ہے۔

آخری مرتبہ یہ آتش فشاں اکتوبر 2010 کو پھٹا تھا جس میں ساڑھے تین سو سے زیادہ افراد ہلاک اور چار لاکھ افراد بے گھر ہوئے تھے۔

مئی 2018ء میں بھی اس آتش فشاں سے 5 ہزار 900 میٹر بلندی تک ہزاروں ٹن وزنی راکھ نکلی تھی جس کی وجہ سے اس کے ارد گرد پانچ کلومیٹر تک کا علاقہ خالی کروادیا گیا تھا۔ ان سب واقعات کے باوجود آتش فشاں سے 4 میل سے بھی کم فاصلے پر 2 لاکھ افراد رہائش اختیار کیے ہوئے ہیں۔

*****

مگرمچھوں کا جزیرہ رامری، برما

یہ جزیرہ میانمار (برما) کے نزدیک واقع ہے اور اس کا نام گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں ”جانوروں کی جانب سے انسانوں کو پہنچایا جانے والا سب سے بڑا

نقصان'' کے حوالے سے شامل ہے۔اس کی وجہ یہاں پائے جانے والے مگرمچھ ہیں۔اس جزیرے کے سمندر میں رہنے والے مگرمچھوں کی صحیح تعداد کسی کو پتہ نہیں لیکن اندازاً کہا جاتا ہے کہ یہ جزیرہ تیس ہزار سے زیادہ مگرمچھوں کا گھر ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جنگ عظیم دوم کے دوران جاپانیوں نے امریکی فوجیوں سے بچنے کے لیے اس جزیرے کا رخ کیا تھا۔اس وقت تقریباً 900 سے زیادہ جاپانی ان مگرمچھوں کا شکار ہو گئے اور صرف چند ہی بچ پائے۔آج بھی یہاں مگرمچھ کے حملوں کے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں۔

*****

ابشرا جزیرہ نما، آذربائجان

آج آپ کو لے چلتے ہیں دنیا کے سب سے بڑے پریشر ککر کی سیر پر۔ حیران نہ ہوں یہ کوئی عام پریشر ککر نہیں بلکہ یہ قدرتی پریشر ککر ہے اور ایک بڑے علاقے میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ وسطی ایشیائی ملک آذربائیجان کے ابشرا جزیرہ نما Absheron Peninsula میں واقع ہے۔ابشرا جزیرہ نما، دنیا کی سب سے بڑی جھیل کہی جانے والی بحیرہ کیسپیئن سے لگا ہوا ہے۔ اسی میں آذربائیجان کے دارالحکومت اور وسطی ایشیا کا خوبصورت شہر باکو بھی واقع ہے۔

ابشرا جزیرہ نما میں زمین کے نیچے بڑی تعداد میں قدرتی گیس کے ذخائر ہیں۔جب گیس کا دباؤ بڑھ جاتا ہے تو وہ کہیں بھی زمین کی ملائم سطح سے باہر آنے لگتی ہے، تیز رفتار سے گیس یوں زمین سے نکلتی ہے جیسے مٹی کا کوئی آتش فشاں پھٹ گیا ہو۔ یہاں کبھی بھی زمین کے اندر سے چنگاری پھوٹ نکلتی ہے۔کیچڑ کے آتش فشاں پھٹ جاتے ہیں۔اس علاقے میں اکثر ایسے دھماکے ہوتے رہتے ہیں۔ یہ عام طور پر تو خطرناک نہیں ہوتے ہیں لیکن کئی بار خوفناک مناظر بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔

سنہ 2001 میں باکو سے 15 کلومیٹر کے فاصلے پر لوکبطن نامی آتش فشاں میں اتنا زبردست دھماکہ ہوا تھا کہ آسمان میں سینکڑوں میٹر بلند چنگاریاں دیکھی گئی تھیں۔ وہاں کی فضا مکمل طور پر کیچڑ اور دھوئیں سے بھر گئی تھی۔

ایک دھماکہ 6 فروری 2017 کو بھی ہوا تھا۔ابشرا جزیرہ نما آگ لگنے اور مٹی کے آتش فشانوں کی اپنی قدرتی خوبیوں کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔دور دور سے سیاح انھیں دیکھنے آتے ہیں۔آج سے ستر برس قبل کسی نے پہاڑی پر سگریٹ پھینک دی تھی۔اس کے بعد سے لگنے والی آگ یہاں آج تک جل رہی ہے۔تقریباً دس مربع میٹر کے دائرے میں یہاں ہمیشہ آگ لگی رہتی ہے۔اس خطہ میں کبھی بھی، کہیں بھی گیس کے نکلنے سے دھماکہ ہوسکتا ہے۔آگ لگ سکتی ہے۔لیکن پھر بھی اس علاقے میں ہزاروں سال سے لوگ آباد ہیں۔

*****

شاہی گزرگاہ (رائل پاتھ)، اسپین

اسپین میں واقع اس شکستہ اور انتہائی خطرناک راستے کو Pathway of the King اور شاہی گزرگاہ The Royal Path کے نام سے بھی جانا

جاتا ہے۔ یہ راستہ 1905 میں تعمیر کیا گیا۔ اس راستے کی اونچائی 330 فٹ، لمبائی 8.1 میل جبکہ چوڑائی صرف 3 فٹ ہے۔ اگرچہ یہ پگڈنڈی عوام کے لیے بند کر دی گئی ہے لیکن سیاحوں میں یہ اب تک مقبول ہے، ایڈونچر کے شوقین نوجوان اس خطرناک راستے سے گزر کر اپنی بہادری اور جرات کا مظاہرہ کرتے ہیں اور کئی سیاح اس راستے سے گزرنے کوشش میں اپنی جان سے ہاتھ بھی دھو بیٹھے ہیں۔

*****

میاکے جیما جزیرہ، جاپان

بحرالکاہل میں واقعہ یہ ایک انتہائی خطرناک جزیرہ جاپان کے دارالحکومت ٹوکیو کے جنوب میں تقریباً سو کلو میٹرز کے فاصلے پر واقع ہے، جہاں جانے والوں کا واسطہ کئی اقسام کے خطرات سے پڑ سکتا ہے۔

ان خطرات میں سیلاب اور آتش فشانی حادثات بھی شامل ہیں۔ 5.55 مربع کلو میٹر رقبے کے اس جزیرے میں موجود چھ آتش فشاں مسلسل سرگرم ہیں۔ یہ آتش فشاں ایک صدی کے دوران چھ مرتبہ لاوا اگل چکے ہیں۔

جزیرے میں موجود مسلسل دھواں اگلتے آتش فشاں اویاما Oyama نے جزیرے کی آب و ہوا اتنی آلودہ کر دی کہ یہاں موجود مقامی آبادی کو سانس لینا دشوار ہوگیا۔ اب یہاں آباد لوگوں گیس ماسک پہننے پر مجبور ہیں۔ اس جزیرے کے ہر کونے میں زلزلوں کا آنا بھی لازمی ہے۔

اس جزیرے کے اردگرد بارہ سو کلو میٹر کے سمندری علاقے میں کئی جہاز اور ماہی گیر کشتیاں غائب ہو چکی ہیں۔ ماہرین کے مطابق یہاں میتھین ہائڈریٹس Methane Hydrates کے وسیع ذخائر زیر سمندر موجود ہیں۔ یہ گیس 18 سینٹی گریڈ سے زائد درجہ حرارت پر دھماکے سے پھٹ جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے سطح آب پر اتنے بڑے بلبلے پیدا ہوتے ہیں جو کسی بھی بحری جہاز کو آسانی سے ڈبو سکتے ہیں اور اس کے ملبے تک کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔

*****

ضرب المثل پہ مبنی سولفظی کہانی

محمد مستقیم

شیخی اور تین کانے

18

آج میں تو دھوم مچادوں گا!! یاسر نے بلا گھماتے ہوئے کہا۔ خیال سے میاں وہی بات نہ ہو۔۔ زبیر نے کچھ کہنا چاہا مگر یاسر اس کی بات کاٹ کر بولا: پہلے میرا کھیل تو دیکھ لو، میں چلا میدان میں یہ کہہ کر وہ میدان میں جا پہنچا۔ سبھی کی نظریں یاسر پہ جمی تھیں۔ گیند باز نے بھاگ کر گیند پھینکی۔ یاسر نے پہلی تین گیندیں مشکل سے روکیں اور چوتھی پہ آؤٹ ہو کر منہ لٹکائے واپس آ گیا۔ زبیر نے اسے دیکھ کر کہا: وہی بات ہوگئی:

شیخی اور تین کانے

یاسر کا سر جھک گیا تھا۔

(وضاحت: شیخی مغرور کو کہتے ہیں، ایسا مغرور جو لڈو یا کسی اور کھیل میں بڑے بڑے دعوے کرے لیکن جب وقت آئے تو تین کانے (صفر) آئیں یعنی ناکام ہو)

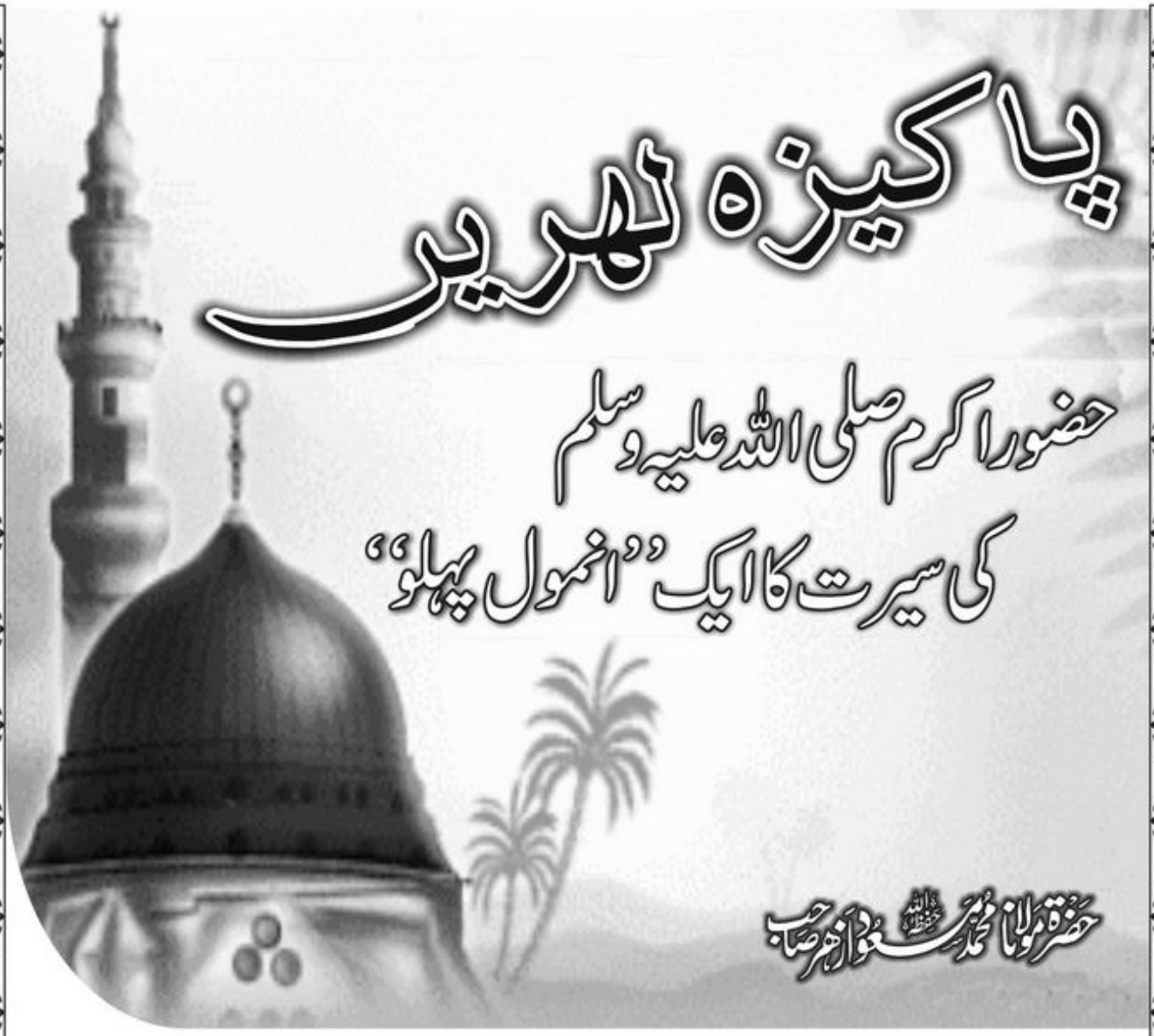

پاکیزہ لہریں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک "انمول پہلو"

حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب حفظہ اللہ

اللہ تعالیٰ..... ہم سب کو پاک فرمائے..... ہمیں غسل کرنے اور نہانے کی ضرورت ہے..... مگر ایسا پانی کہاں سے لائیں جو ہمیں پاک کر دے..... ہمارے دل کی غلاظت کو دھو ڈالے..... کوئی چھوٹی موٹی گندگی اور غلاظت ہوتی تو ایک دو بالٹی پانی سے کام چل جاتا مگر یہاں تو صبح شام ناپاکی اور غلاظت ہے۔ آئیے تھوڑی سی ہمت کر کے نور کے سمندر کی طرف جاتے ہیں اور اس میں چھلانگ لگا دیتے ہیں خود کو دھونے کی کوشش کرتے ہیں اور کچھ دیر سکون حاصل کرتے ہیں آئیے بسم اللہ پہلا غوطہ.....

ا..... ایک صاحب رو رہے ہیں..... موت ان کے بالکل سامنے کھڑی مسکرا رہی ہے ان کے دوست پوچھتے ہیں بھائی جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس دنیا سے پردہ فرمایا تو وہ آپ سے خوش اور راضی تھے آپ حوض کوثر پر جائیں گے اپنے پیارے ساتھیوں سے ملیں گے جو صاحب بیمار تھے انہوں نے فرمایا مجھے نہ موت کا ڈر رلا رہا ہے..... اور نہ دنیا میں رہنے کی تمنا..... لیکن مسئلہ اور ہے..... رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک عہد لیا تھا کہ دنیا میں تمہارا سامان بس اتنا

ہو..... جتنا ایک سوار مسافر کا سامان ہوتا ہے..... میں اس پر رو رہا ہوں کہ..... یہ عہدا چھی طرح پورا نہ کرسکا..... تم دیکھ رہے ہو..... میرے گرد دنیا کا کتنا سامان جمع ہے ..... حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو..... کپڑے دھونے کا ایک برتن..... پانی پینے کا ایک پیالہ..... اور ایک لوٹا موجود تھا..... اور عظیم صحابی..... حضرت سلمان رضی اللہ عنہ..... جن کو آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت میں شمار فرمالیا تھا..... ہچکیاں بھر بھر کر رو رہے تھے..... اور اپنی ''دنیا داری'' پر آہیں بھر رہے تھے..... حضرت سلمان رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے..... رفقاء نے کل اثاثے شمار کئے ..... صرف چودہ درہم مالیت کے تھے ..... (الترغیب و الترہیب ص ۷۹ ج ۴)

ہاں اتنی مالیت کے..... جتنی مالیت کا بعض اوقات ہم ایک ٹائم کا کھانا کھا جاتے ہیں..... آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم..... صرف ..... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے محبوب اور نبی نہیں تھے..... ہمارے بھی آقا..... اور نبی ہیں ..... ہمیں بھی حوض کوثر پر جانے کی ضرورت ہے..... آئیے ذرا ہم بھی اپنا ''سامان'' شمار کریں..... اپنے کپڑے، جوتے اور ہر طرف بکھری دنیا..... ناپاک غلیظ..... اور ملعون دنیا..... پھر دل میں جھانکیں کہ مزید کتنی چیزوں کی ضرورت ہے؟..... ہائے ربا! ہم تو سر سے پاؤں تک اس دنیا میں پھنس گئے..... اور مزید پھنستے ہی جارہے ہیں ..... حضرت سلمان رضی اللہ عنہ تین برتنوں پر رو رہے تھے..... کیا کبھی ہم نے بھی ..... اپنی ''دنیا داری'' پر ایک آنسو بہایا؟..... صرف ایک آنسو..... کیا ہمیں بھی کبھی ..... دنیا کے سامان سے ڈر..... اور خوف محسوس ہوا۔۔۔ نہیں ہمارے دل پر دنیا کی غلاظت کا میل بہت سخت ہے۔۔۔۔ آئیے نور کے سمندر میں ایک اور غوطہ لگاتے ہیں..... کیونکہ ہمیں اس کی اشد ضرورت ہے..... آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... ہر امت کا ایک فتنہ ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے (رواہ الترمذی..... الترغیب والترہیب ص ۸۶ ج ۴)

۲..... جو دنیا میں پیارا ہوتا ہے..... دل چاہتا ہے کہ جنت میں بھی ساتھ رہے..... دنیا میں جب سے محبت اور وفا پیدا ہوئی ہے..... اس نے..... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جیسا..... محبت اور وفا نبھانے والا نہیں دیکھا..... اور پھر آپ نے ..... حضرت امی عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو محبت دی..... اس کی مثال کوئی نہیں لاسکتا..... یہ محبت عرش کے اوپر سے لاکر..... آپ کے دل مبارک میں ڈالی گئی تھی..... اماں عائشہ رضی اللہ عنہا..... کا مقام ہی ایسا تھا..... اسی لئے تو آپ کی..... شان اور پاکی میں قرآن کے رکوع نازل ہوئے..... ہر شخص اپنی ''بیوی'' کے لئے دنیا کا سامان بناتا ہے..... اور بیوی جتنی اچھی ہو..... اسی قدر اسے سونے چاندی میں تولتا ہے..... مگر یہ دیکھیں..... اماں عائشہ ..... صدیقۂ کائنات رضی اللہ عنہا کیا فرمارہی ہیں.....

''مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... اگر آخرت میں مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو بس دنیا میں اتنے سامان کو کافی سمجھو ..... جتنا ..... ایک سوار کے پاس توشہ ہوتا ہے..... اور مالداروں کے پاس بیٹھنے سے بچو..... اور کسی

لباس کو استعمال کرنا..... اس وقت تک نہ چھوڑو جب تک اسے پیوند نہ لگالو"..... (الترغیب والترہیب ص ۷۸)

اے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے تڑپنے والو!..... یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا نسخہ ..... اے اپنی بیویوں کیلئے مال کے ڈھیر جمع کرنے والو!..... یہ ہے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا..... جیسی بیوی کا سامان زندگی..... مجالس میں بن ٹھن کر غریبوں کا دل دکھانے والی عورتو!..... یہ ہے کائنات کی کامیاب ترین خاتون کا سٹینڈرڈ ..... اور معیار زندگی..... اماں عائشہ رضی اللہ عنہا ..... کے بھانجے عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ..... اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس نصیحت کو پلے باندھا..... انہیں تو رب کی رضا..... اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا جنون تھا..... وہ اس وقت تک نئے کپڑے نہیں لیتی تھیں..... جب تک استعمال والے کپڑوں پر پیوند نہ لگ جاتے..... مال ان کے پاس آتا تھا..... مگر..... وہ آخرت کے لئے ذخیرہ کرتی تھیں..... ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی ہزار درہم بھجوائے..... شام تک اماں نے سب بانٹ دیئے..... ان کی باندی نے کہا..... اور غالباً خود انہیں اور باندی کو روزہ تھا کہ..... ایک درہم کا گوشت ہی خرید لیا جاتا..... فرمانے لگیں..... یاد دلا دیتی تو لے لیتی..... ہائے ربّا یہ ہے دین اور یہ ہے ایمان کہ..... آخرت یاد ہے..... اور دنیا بھول گئی..... پتہ نہیں ہمارا کیا بنے گا جنہیں صرف دنیا ہی یاد رہتی ہے..... اور اپنے آج کی نہیں اگلے سالوں کی بھی فکر رہتی ہے..... پھر صرف اپنی نہیں اپنی آئندہ نسلوں کی فکر بھی ہم سے ہر الٹا سیدھا کام کراتی ہے..... یا اللہ ہم بہت پیچھے رہ گئے..... کچھ تو کرم فرما..... اور ہماری عورتوں کو بھی فکرِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عطا فرما۔۔۔۔ آج مالداروں کے ہاں آنا..... جانا..... زندگی کی کامیابی..... اور تہذیب کا معیار سمجھا جاتا ہے..... آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حبیبہ بیوی سے فرمایا..... خبردار مالداروں کے ساتھ نہ بیٹھنا ..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں منع فرمایا..... آیئے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی جواب پوچھتے ہیں.....

۱..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا..... جو کسی مالدار کے سامنے عاجزی (اور چاپلوسی) کرے گا تاکہ اس سے مال حاصل کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرے گا۔ (الترغیب والترہیب ص ۸۶)

۲..... دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص کسی مالدار کے سامنے بیٹھا اور اس نے دنیا کا مال حاصل کرنے کیلئے مالدار کے سامنے عاجزی ..... (اور چاپلوسی) کی تو اس کے دین کا دو تہائی حصہ ضائع ہوگیا..... اور وہ جہنم میں جائے گا..... (الترغیب والترہیب ۸۷ ص ج ۴)

۳..... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا.....

مالداروں کے پاس کم جایا کرو..... تب زیادہ ممکن ہوگا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو حقیر نہ سمجھو..... (رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد الترغیب ص ۹۱ ج ۴)

۴..... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا.....

میں نے جنت میں جھانکا تو دیکھا کہ اس میں اکثریت فقراء کی تھی اور میں نے جہنم میں جھانکا تو دیکھا کہ اس میں اکثریت..... مالداروں اور عورتوں کی تھی.....

(رواہ احمد باسناد جید الترغیب والترہیب)

اکثر مالدار..... اللہ تعالیٰ کے حقوق سے غافل ہو جاتے ہیں..... پاخانے اور غلاظت جیسے مال پر اکڑتے ہیں..... اور غریبوں کا دل دکھاتے ہیں..... زندگی کا معیار اتنا ''تکلف'' والا بنا دیتے ہیں کہ..... غریبوں کے دل میں رسوائی پیدا ہوتی ہے..... اکثر مالدار..... مال جمع کرتے ہیں..... اور ہمیشہ اسے بڑھانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں..... وہ مال میں سے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہیں کرتے..... وہ بزدل اور عیش پرست ہونے کی وجہ سے..... دین کیلئے قربانی نہیں دیتے..... اور اپنے مال کو ناجائز کاموں میں خرچ کرتے ہیں..... اسی لئے جہنم..... ان سے بھر گئی..... یا اللہ ہم سب کی حفاظت فرما..... ہاں جو مالدار..... ایسا نہ ہو..... وہ تو اپنے مال کے بل بوتے پر..... رب کو پاتا ہے..... اور اونچے درجات حاصل کرتا ہے..... یاد رکھیں..... مالدار ہونا یا غریب ہونا ہر آدمی کے اپنے بس میں نہیں ہے..... اگر مالدار ہو تو..... شکر گزار بنے..... سخاوت اور سادگی اختیار کرے اسراف ذخیرہ اندوزی اور نام ونمائش سے بچے..... اور مال کو اس کے حقداروں تک پہنچائے..... اور اسے اپنی زندگی کا مقصد نہ بنائے..... غریب ہو تو خوشی اور صبر سے کام لے..... حرص، لالچ اور اسراف سے بچے..... مالداروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے..... اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے کو بہت اور کافی سمجھے..... بس اسی کا حکم ہے.....

آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حبیبہ..... اور لاڈلی بیوی کو تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ..... دنیا کا سامان اتنا رکھو..... جتنا..... ایک گھڑسوار مسافر کا توشہ ہوتا ہے..... اماں نے اس پر عمل کیا..... ساری زندگی ایک کمرے میں خوشی خوشی گزارہ فرمایا..... اور دنیا کے سامان کو اپنے گرد ڈھیر نہیں ہونے دیا..... اے نور کے سمندر میں غوطہ لگانے والو!..... آؤ ہم اپنے سامان پر نظر ڈالیں..... ہمیں بھی تو آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب اور رفاقت کی ضرورت ہے..... اور کچھ نہیں تو اپنی ضروت سے زائد سامان اٹھا کر غریبوں کے گھروں تک پہنچا آئیں..... شاید..... ہاں بہت ممکن ہے..... بلکہ بھائیو..... اور بہنو بہت ضروری ہے کہ..... ہمیں آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار اور قرب نصیب ہو جائے..... اور ہم گھٹیا دے کر قیمتی پانے والے..... عقلمند بن جائیں..... یہ معیشت معیشت کا شور مچانے والے..... ہمیں..... آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کر رہے ہیں..... یہ سود کے ذریعے..... ہم سب کو ناپاک کر رہے ہیں..... یہ ترقی کے نام پر ہمیں دھوکہ دے رہے ہیں..... یہ ہمیں دنیا کا ایسا خارشی کتا بنانا چاہتے ہیں..... جس کی خواہش اور خارش ہر لمحہ بڑھتی رہتی ہے..... اگر مال میں سکون ہوتا..... اور مال کی محبت کامیابی کی ضمانت ہوتی تو..... بڑے بڑے فنکار، اداکار..... خودکشیاں کیوں کرتے..... مالدار ممالک میں جرائم کیوں ہوتے..... معیشت معیشت کا شور ہمیں کافروں کا

غلام بنانے کیلئے ہے..... تا کہ ہم دنیا کے اتنے حریص ہو جائیں کہ پھر ہمیں..... اس کی خاطر..... غلام بننے میں عار نہ آئے..... ہائے ان ظالموں! نے مالداروں کو حریص..... اور غریبوں کو لالچی بنانے کے علاوہ اور ہمیں کیا دیا ہے؟..... مالدار ابھی ایک ماڈل پر فخر کر رہے ہوتے ہیں کہ دوسرا ماڈل مارکیٹ میں آ جاتا ہے..... اور اعلان ہوتا ہے کہ ..... اسے استعمال کرنا ترقی..... اور فیشن ہے..... خود سوچیئے کہ کیا یہ انسانیت ہے؟..... کہ نام نمود ..... کی خاطر انسانوں کا مال یوں برباد ہوتا رہے..... اور پھر مالداروں کے ان نخروں نے غریبوں کی زندگی مشکل بنادی..... لوگو!..... اگر ہمارا بیڈ روم امریکی اسٹائل کا نہ ہو تو ..... اس میں کون سی پریشانی ہے..... مگر امریکی اسٹائل کے بیڈ روم کا اتنا چرچہ کیا جائے گا کہ..... غریب کو اپنا بستر برا لگنے لگے گا..... اور وہ بھول جائے گا کہ..... آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک کیسا تھا..... اس لئے میں کہہ رہا ہوں کہ ہم بہت گندے ہو گئے ہیں..... بہت میلے اور ناپاک آیئے نور کے سمندر میں ایک اور سکون بھرا..... آنسوؤں سے لبریز غوطہ لگاتے ہیں.....

۳..... ایک انصاری خاتون اس حجرے میں تشریف لائیں جو زمین پر..... رشک آسمان بنا ہوا تھا..... جی ہاں ..... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم..... اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس میں قیام تھا..... اس نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت اور کھردرا بستر دیکھا تو دل تھام کر رہ گئیں..... فوراً اپنے گھر جا کر..... ایک ایسا بستر بھجوادیا جس میں اون بھری ہوئی تھی..... آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے..... پوچھا..... عائشہ! یہ کیا ہے؟..... انہوں نے پورا واقعہ سنایا..... بارگاہ نبوت سے اعلان ہوا..... عائشہ! یہ واپس بھجوادو..... اللہ کی قسم اگر میں چاہوں تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ..... سونے چاندی کے پہاڑ چلا دے..... (الترغیب والترہیب ص ۱۰۰)

یعنی یہ فقر اور سادگی..... میں نے خود پسند کی ہے..... کاش ہمارے مالداروں کا دماغ بھی ایسا ہو جائے..... کہ وہ بھی مال ہونے کے باوجود..... فقر اور سادگی اختیار کریں تو پھر..... غریبوں کی گرم آہوں سے تو محفوظ رہیں..... مالداروں نے شادیاں مہنگی کر دیں..... صرف اپنے ''ناجائز نخروں'' کی وجہ سے..... انہوں نے ''رہائش'' مہنگی کر دی..... صرف خود کو اونچا دکھانے کیلئے..... انہوں نے ''لباس'' مشکل بنا دیا صرف اپنی ناک رکھنے کیلئے..... انہوں نے ''کھانا'' مہنگا کروا دیا صرف اپنی بیوقوفی..... کم عقلی..... اور غلاظت زیادہ بنانے کے شوق میں.....

آپ احادیث مبارکہ پڑھ کر دیکھ لیجئے..... آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم جب کئی کئی دن بھوک میں ہوتے تھے ..... اور آپ کے پیٹ پر پتھر..... یا کپڑا..... بندھا ہوتا تھا تو آسمان لرز اٹھتے تھے..... فرشتے زمین پر آ کر کہتے کہ آقا حکم فرمائیں..... اللہ تعالیٰ نے ہمیں اجازت دے دی ہے..... اگر آپ چاہیں تو ہم پہاڑوں کو سونا..... اور جواہر بنا دیں..... مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ انکار فرما دیا..... اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا..... ایسا جملہ کہ جس نے مسلمانوں کو دنیا کی غلاظت سے آزاد کر کے پوری دنیا کا حکمران بنا دیا تھا.....

مگر مسلمانوں نے اس جملے کو بھلا دیا..... اور صرف اپنی نقلی بناوٹ..... معدے میں چٹ پٹے کھانے بھرنے..... اور کافروں کے ہاں ..... بندروں کی طرح مقام پانے کیلئے..... غلامی کے راستے کو چن لیا.....

آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا.....

من کانت ھمتہ الدنیا حرّم اللہ علیہ جواری فانی بعثت بخراب الدنیا ولم ابعث لعمارتھا۔ (رواہ الطبرانی الترغیب والترھیب ص ۸۶ ج ۴)

ترجمہ: جو دنیا ہی کی فکر کو اپنا لے گا تو اللہ پاک نے اس کیلئے میرے قرب کو حرام کر دیا ہے کیونکہ میں دنیا کی تعمیر کے لیے نہیں دنیا سے بے رغبتی ..... اور اس کی ویرانی کے ساتھ بھیجا گیا ہوں.....

یقین کریں عجیب حکیمانہ نسخہ ہے..... میں دنیا کی ویرانی کے ساتھ آیا ہوں..... بس یہی راز تھا..... دنیا پر حکومت کرنے اور دنیا کو اپنے قدموں تلے روندنے کا ..... یہ دنیا ملتی ہی صرف اسی کو ہے جو اسے چھوڑنے..... اور پھینکنے کی ہمت رکھتا ہے..... آج یہ حدیث..... معیشت کے غم میں گھلنے والے لوگوں کو سنائی جائے تو ممکن ہے..... نعوذ باللہ .....مذاق اڑانے لگیں ..... مگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے سنا..... اور سینے سے لگا لیا..... پھر اپنی دنیا کو ویران کر کے نکل پڑے..... تب ..... دنیا کو تعمیر کرنے والے روم و فارس ان کے غلام بنا دیئے گئے..... یہ آسمانی راز ہے..... جو آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے سکھایا..... اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے ماننے والوں کے دلوں میں اتار دیا..... اور یوں..... مدینہ منورہ کی ایک کچی مسجد سے اٹھنے والا نور..... ان لوگوں کے ہاتھ لگا ..... جو اپنے معدے کی فکر..... اور ”لوگ کیا کہیں گے؟“ کی منحوس سوچ سے آزاد تھے..... اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ نور..... پورے عالم میں پھیل گیا..... اور آج جبکہ ہمیں آگے بڑھنے کا شوق کھائے جا رہا ہے..... اور ہم فیشن اور معدے کے ہاتھوں رسوا ہیں..... دنیا ہمیں ذلیل کر رہی ہے..... اور ہم اپنی صفائیاں دے دے کر مقام پانے کیلئے..... اچھل کود کر رہے ہیں میرے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر جنتی تھا ..... کاش ہمارا بستر بھی سادہ ہو جائے..... دیکھئے یہ روایت..... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے..... انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک پر چارپائی کے نشانات دیکھے..... دونوں جانثاروں نے عرض کیا..... یا رسول اللہ ..... آپ کی چارپائی اور بستر کا کھردرا پن آپ کو تکلیف دیتا ہے..... اور ادھر روم و فارس کے بادشاہ ..... ریشم و دیباج کے بستروں پر مزے کرتے ہیں..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا..... ایسا مت کہو..... کیونکہ روم و فارس کے بادشاہوں کے بستر جہنم میں لے جانے والے ہیں..... اور میرے اس بستر کا انجام ”جنت“ ہے..... (رواہ ابن حبان فی صحیحہ الترغیب والترہیب ص ۹۹)

اے مسلمانو..... اے کافروں کی ترقی کو مزے لے لے کر..... بیان کرنے والو!..... ہو سکے تو اس روایت کو بار بار پڑھو..... اور اپنے دل کو پاک کرو..... ہم .....

ترقی کے مخالف نہیں ..... مگر آج جو کچھ کیا جارہا ہے وہ ترقی نہیں ہلاکت اور جہنم ہے..... ترقی یہ تھی کہ حکمران خود ''فقر'' اختیار کرتے..... ترقی یہ تھی کہ مال کا شوق دلوں سے نکالا جاتا..... ترقی یہ تھی کہ..... انسان کی زندگی سادہ اور بے تکلف بنائی جاتی ..... ترقی یہ تھی کہ..... مال کی ذخیرہ اندوزی نہ ہوتی..... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ..... آج کے مالداروں سے ..... زیادہ ..... مالدار تھے مگر انہوں نے مال کو ..... ناک کا بال نہیں بنایا..... اور دنیا کی حقیقت اور غلاظت کو سمجھا..... انہوں نے انسانوں کو ..... کپڑوں اور جوتوں کے برابر نہیں تولا..... انہوں نے قوم کی بیٹیوں کو..... سرخی پاؤڈر کے بھاؤ نیلام نہیں کیا..... انہوں نے انسان کو..... عزت اور قدر دی ..... اور صرف مالدار ہونے کو معاشرے میں عزت کا تمغہ نہیں بنایا..... ان کے زمانے میں انسان اوپر تھا..... اور مال حقیر گدھے کی طرح اس کے نیچے..... جبکہ..... آج کے زمانے میں مال اوپر ہے..... اور انسان حقیر گدھے کی طرح نیچے ہے..... آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی محبت کو..... تمام برائیوں کی جڑ قرار دیا..... آج ..... چوری، ڈاکے، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی..... کساد بازاری ..... اسمگلنگ ..... بے حیائی..... اور فحاشی کی اصل وجہ..... دنیا سے محبت ہے..... انسان کو بتایا گیا ہے کہ..... اگر تمہارے پاس بہت سا مال نہیں ہوگا تو تم انسان نہیں رہو گے..... بس پھر کیا تھا..... انسان نے سب کچھ بیچ ڈالا..... ہر راستہ اختیار کرلیا..... اور ہر جرم کر ڈالا..... تاکہ..... اسے بہت سارا مال ملے..... اگر اسی کا نام ترقی ہے..... تو لعنت ہو اس پر..... اگر سود بازی کا نام معیشت ہے تو کروڑ لعنت ہو ..... اس پر..... آؤ..... مسلمانو..... تھوڑی دیر کیلئے اس بیمار دنیا سے نظریں ہٹا کر..... مدینہ منورہ کے پاک ماحول کو دیکھتے ہیں..... اور دعا کرتے ہیں۔

یااللہ ہم دنیا کی محبت کے شر سے آپ کی پناہ میں آتے ہیں..... اور اس دعا کے بعد سکون ..... اور مزید پاکی کیلئے ایک اور غوطہ لگاتے ہیں..... اور خود کو..... نور کی لہروں میں چھپا لیتے ہیں.....

۴..... حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں..... میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا..... میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدلا ہوا ہے..... میں نے عرض کیا..... میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ کے چہرے پر تبدیلی کے اثرات ہیں؟..... ارشاد فرمایا..... تین دن سے پیٹ میں ایسی چیز نہیں گئی..... جسے کوئی جاندار کھاتا ہے..... (حضرت کعب تڑپ اٹھے) فرماتے ہیں کہ مزدوری کی تلاش میں نکلا ایک یہودی کو دیکھا کہ اپنے اونٹ کو پانی پلا رہا ہے..... میں نے اس کی نوکری کرلی..... ایک ڈول پانی پلانے کے بدلے ایک کھجور..... کچھ کھجوریں جمع ہوگئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے کعب کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو..... میں نے کہا میرے والدین آپ پر فدا جی یارسول اللہ..... فرمایا..... مجھ سے محبت کرنے والوں پر ''فقر''..... سیلاب سے زیادہ تیزی کے ساتھ حملہ آور ہوتا ہے۔ (الترغیب و

الترہیب ص ۹۴ ج ۴)

اللہ اکبر..... یہ دین ہم تک آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے پہنچایا..... آپ دل پہ ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ..... تین تین دن تک ..... بھوک برداشت فرمانے والے..... آقا صلی اللہ علیہ وسلم کامیاب تھے یا نعوذ باللہ ناکام؟..... اگر کامیاب تھے تو یہ آج کیا شور ہے؟..... مجاہدین کی وجہ سے ہم پیچھے رہ گئے..... ہم غریب رہ گئے ..... ورنہ دنیا کے کافر تو ہمیں سود کی غلاظت میں پوری طرح غرق کر دیتے..... میں دنیا کو بار بار غلاظت لکھتا ہوں..... کیونکہ ایسا آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے..... اور مجھے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نقل کرنے میں..... کسی سے کوئی ڈر نہیں لگتا..... نہ گولی کا نہ طعنے کا..... اور ساری زندگی سود کھانے اور لکھنے والے کیا جانیں کہ یہ باتیں..... کتنی پاک ہیں..... کاش پاکستان کی معیشت کی بنیاد بھی انہیں باتوں پر ہوتی..... چھوڑیئے سیاسی باتوں کو ..... اگر ہمارے مجاہدین ..... اور دیندار طبقے کے دلوں میں دنیا کی محبت کم ہو جائے تو اللہ پاک کی قسم..... حالات فوراً بدل جائیں..... مگر کیا کریں ..... جب مصیبت آتی ہے تو ساتھ اپنے اسباب بھی لاتی ہے..... کیا مجاہدین اور کیا دین دار سب کے دل پر خبیث دنیا کا جادو چل گیا ہے..... اسی لئے تو لوگ ان پر غالب آ گئے..... دنیا کی محبت اور ذلت مسلمان پر ایک ساتھ حملہ کرتی ہیں..... یا اللہ ہمیں دنیا کی محبت سے بھی بچا..... اور ذلت سے بھی بچا..... اور ہم سب کو ملعون دنیا کی حقیقت سمجھا..... ہمیں اس میں غافل ہونے سے بھی بچا..... اور اس میں کسی کا محتاج ہونے سے بھی بچا..... اور ہمارے دل میں سے دنیا کی خواہشات کو ختم فرما..... تاکہ ..... ہم آزاد ہو جائیں ..... ہلکے ہو جائیں..... طاقتور ہو جائیں..... اور اسلام کی خاطر طوفان کی طرح تیز ہو جائیں ..... آج القلم والے ..... سیرت کے موضوع پر خاص شمارہ اسی لئے نکال رہے ہیں کہ..... ممکن ہے..... معیشت معیشت کے گندے شور کے دوران..... آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلان ہمارے کانوں تک پہنچ جائے کہ..... ”تم سے پہلے والوں کو دینار اور درہم نے ہلاک کیا اور یہی دونوں تمہیں ہلاک کر دیں گے“۔ (الترغیب والترہیب ص ۸۸)

پس ہلاکت، ذلت، ناکامی..... اور رسوائی سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ ..... درہم و دینار کی محبت دل میں نہ آئے..... اور ان دونوں کا حصول ہمارا مقصد زندگی نہ بننے پائے..... ہاں میرے بھائیو!..... اور بہنو..... دنیا کی محبت سے بچنا بہت مشکل ہے..... جو بچنا چاہتا ہے اس کے ارد گرد والے نہیں بچنے دیتے..... جو جان چھڑاتا ہے اس کو رسوا قرار دیا جاتا ہے..... مگر بچنا ضروری ہے..... فقراء پہلے جنت میں جائیں گے..... اور عزت یہ نہیں کہ لوگ واہ واہ کریں..... عزت یہ ہے کہ رب راضی ہو جائے..... نور کے سمندر کی حسین لہریں تو بہت ہیں..... بات مختصر کرنے کیلئے..... ایک اور غوطہ لگاتے ہیں..... اور پھر اسی سمندر میں..... جگہ پانے کی دعا..... کرتے ہیں.....

۵..... آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر..... سب

سے پیاری اور لاڈلی بیٹی ..... جنت کی عورتوں کی سردار..... حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ..... روٹی کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا چیز ہے؟..... عرض کیا کہ..... میں نے ایک روٹی پکائی تھی اور دل نہ چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کھاؤں..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... تین دن کے بعد یہ پہلا لقمہ ہوگا جو تمہارے باپ کے منہ میں جائے گا..... (نسخۂ کیمیا ترجمہ کیمیائے سعادت ص ۵۸۹)

ہائے اللہ..... ہائے ربّا آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی بھوک برداشت کی..... میں آپ کی بھوک پر قربان..... میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی خاک پر قربان..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کروڑوں اربوں..... درود وسلام..... آسمان وزمین کے برابر..... تمام مخلوق کے برابر..... آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوک پر آسمان وزمین..... اور تمام مخلوقات جتنا روئیں..... ان کے آنسوؤں کے برابر..... مجھے کوئی اور اچھا نہیں لگتا..... میری نظروں میں آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں جچتا ..... مجھے آقا کی صورت سے پیار ہے..... مجھے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے پیار ہے..... او ناپاک گوشت سے پیٹ بھر کے اکڑنے والو!..... تمہاری خاطر..... آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں ..... اور اداؤں کو چھوڑ دیں؟..... یہ کیسے ممکن ہے؟..... اللہ پاک کی قسم تم سونے کے نوالے کھاؤ..... اور دنیا بھر کی غلاظت کے مالک بن جاؤ..... تب بھی..... تمہیں ترقی یافتہ اور مہذب سمجھنا ہمارے بس میں نہیں ہے..... اے ..... مسلمانو..... میرے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم تین دن سے بھوکے..... اللہ اکبر..... اور میدان احد میں زخمی ..... کیا ہم انہیں بھول جائیں؟..... کیا ہم انہیں چھوڑ دیں؟..... کیا ہم ان کے دشمنوں جیسی شکل بنالیں؟..... نہیں..... ہرگز نہیں..... یااللہ ہمیں ..... اپنے محبوب کی محبت پر تھام لے..... اور ہمیں دین پر استقامت عطا فرمادے..... اور اے میرے پیارے ربّا ..... میرے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم..... تیری رضا کی خاطر..... بھوک برداشت کرتے رہے..... اور اس امت تک دین پہنچانے کیلئے..... زخم کھاتے رہے..... اے پیارے ربّا! وہ آپ کے پیارے تھے..... بس آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوک..... اور زخم کو دیکھتے ہوئے..... ان کی امت پر رحم فرمائیے..... آپ ہی جانتے ہیں کہ ..... آج آپ کے محبوب کی امت کا کیا حال ہے۔

اللھم ارحم امتہ محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم

☆.....☆.....☆

☆.....☆.....☆

امانتداری

ام رومان

وہ اجنبی میں ہی تھا۔آپ کی سلطنت کا شہزادہ۔آج دوبارہ اس جانب آنا ہوا تو سوچا کہ اپنے مہربان سے بھی ملاقات کرلی جائے

بہت پہلے خوب صورت پہاڑوں میں ایک رحم دل بادشاہ کی سلطنت قائم تھی۔تمام لوگ اطمینان وسکون کی زندگی بسر کر رہے تھے۔گرمیوں کا اختتام ہو چکا تھا۔ سردیوں کے ابتدائی دن تھے۔ہوا میں خنکی نمودار ہونا شروع ہوگئی تھی۔خوش گوار موسم کو دیکھتے ہوئے شہزادے نے چند سپاہیوں کے ساتھ شکارگاہ جانے کا منصوبہ بنایا اور طے یہ پایا گیا کہ صبح سویرے روانہ ہوجائیں تاکہ بروقت منزل پر پہنچ سکیں۔مقررہ وقت پر شہزادہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ شکار کے لئے روانہ ہوگیا۔

شکار کرتے ہوئے شہزادہ بطور حکمت عملی اپنے ساتھیوں سے الگ ہوا تاکہ شکار کو پکڑا جاسکے مگر اسی دوران شہزادہ راہ سے بھٹک گیا اور اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا۔

جنگل کافی گھنا تھا اور شہزادے کے لئے انجان بھی۔ مگر جب کافی تلاش بسیار کے بعد بھی شہزادہ اپنے ساتھیوں کو نہیں ڈھونڈ پایا تھا،تو اس نے رات بسر کرنے کے لئے کسی محفوظ پناہ گاہ کی تلاش شروع کر دی۔چلتے چلتے جنگل سے کچھ فاصلے پر کچھ مکان نظر آئے تو شہزادے نے ادھر ہی

رات بسر کرنے کا سوچا اور اس جانب قدم بڑھا دیئے۔

۞۞۞

شہزادے نے ایک گھر کے دروازے پر دستک دی اور جواب کا انتظار کرنے لگا ہی تھا کہ اتنے میں ایک بچے نے دروازہ کھول کر شہزادے سے آنے کا مدعا دریافت کیا۔

''میں ایک مسافر ہوں اور راہ چلتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا ہوں۔ رات کے قیام کے لئے جائے پناہ درکار ہے۔''

''جی! جی! کیوں نہیں اندر آئیے! ہمارے ہاں خوش آمدید۔ امید ہے آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔'' بچہ جس کا نام حسان تھا بولا۔

شہزادے کے محل اور کسان کے گھر میں زمین آسمان کا فرق تھا مگر شہزادے کو اس وقت چھت کی ضرورت تھی اور وہ اسے مل گئی تھی۔

حسان کے ساتھ اجنبی کو دیکھتے ہوئے کسان معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش میں تھا ہی کہ حسان بول پڑا۔

''ابا! یہ مسافر ہیں اور پاس کے جنگل میں دوران سفر راہ بھٹک گئے ہیں اسی لئے رات کے قیام کے واسطے سے آئے ہیں۔''

''السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'' کسان نے شہزادے سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''امید کرتا ہوں آپ کو ہمارے ہاں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ آپ تھکے ہوئے ہیں۔ کھانا تناول کر کے آرام کر لیجئے! صبح آپ سے بات ہوگی۔'' کسان نے شہزادے کی تھکاوٹ بھانپتے ہوئے کہا۔

حسان جو کہ مسافر سے باتیں اور اس کا احوال سفر جاننے کے چکر میں تھا کسان کی بات سن کر دل مسوس کر رہ گیا۔

۞۞۞

صبح بیدار ہوتے ہی شہزادے نے کسان سے راستوں کے بارے میں معلومات لی اور رخت سفر باندھنا شروع کر دیا۔

''یہ آپ کے لئے۔'' شہزادے نے اشرفی کسان کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

''معذرت جناب والا! لیکن اس کی ضرورت نہیں۔'' بکسان بولا

''مگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' شہزادے نے کچھ بولنا چاہا مگر کسان نے موقع ہی نہیں دیا اور پھر شہزادہ مصافحہ کرتے ہوئے اپنی منزل کی جانب چل پڑا۔

شہزادے کی روانگی کے بعد سب اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ حسان کو راستے میں ایک تھیلی ملی جو وہ اٹھا کر کسان کے پاس لے آیا اور بولا:

''ابا! یہ مجھے شہر کی جانب والے رستے سے ملی ہے۔ غالب گمان ہے کہ یہ رات والے مسافر کی ہو جو کہ بے خیالی میں یہاں گر گئی ہے۔''

''بالکل یہ بھی ممکن ہے مگر یہ ہمارے پاس امانت ہے اسے لے جا کر محفوظ جگہ پر رکھ دو! اللہ نے چاہا تو وہ مسافر پھر ضرور آئے گا۔ پھر ہم امانت لوٹا دیں گے۔'' یہ کہہ کر کسان دوبارہ کام میں مصروف ہو گیا۔

۞۞۞

وقت کا کام ہے گزرنا سو وہ گزرتا ہی چلا گیا اور اس بات کو ایک سال کا عرصہ بیت گیا۔ کسان حسب معمول روزانہ کے معمولات نمٹانے میں مصروف تھا اور حسان پاس ہی کھیل رہا تھا کہ اسی اثنا میں ایک اجنبی وہاں آیا اور بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرنے لگا۔

''پیشگی معذرت! مگر میں نے اپ کو نہیں پہچانا'' کسان بولا۔

''اپ کو یاد ہوگا کہ آج سے تقریباً سال پہلے ایک بھٹکا ہوا مسافر رات گئے آپ کے گھر آیا تھا اور آپ نے اس کی مدد کی تھی۔'' اتنا کہہ کر اجنبی نے توقف کیا اور دوبارہ گویا ہوا کہ،

'' وہ اجنبی میں ہی تھا۔ آپ کی سلطنت کا شہزادہ۔ آج دوبارہ اس جانب آنا ہوا تو سوچا اپنے مہربان سے بھی ملاقات کر لی جائے۔'' اتنے میں حسان وہ تھیلی لے آیا جو شہزادے کی روانگی کے بعد ملی تھی۔

''یہ غالباً آپ کی رہ گئی تھی۔ مجھے رستے سے ملی تھی آپ کے جانے کے بعد۔'' حسان نے تھیلی شہزادے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

شہزادہ حیرت زدہ ہو کر کبھی تھیلی کو اور کبھی حسان کو دیکھتا۔

''مجھے یقین نہیں آرہا کہ جو تھیلی غلطی سے گر گئی تھی وہ آپ نے ابھی تک سنبھال کر رکھی ہوئی ہے۔ اگر آپ چاہتے تو استعمال کر سکتے تھے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔

''مجھے ابھی بھی یقین نہیں آرہا کہ میری قیمتی تھیلی مجھے مل گئی ہے۔'' شہزادہ خوشی کے عالم میں بولا۔

پھر کسان اور حسان کو اپنے گھر آنے کی دعوت دے کر واپس روانہ ہو گیا آخر کو اس نے ان کے عمل کے شایانِ شان ان کا استقبال بھی تو کرنا تھا۔

نتیجہ:

امانت میں خیانت سے بچنا چاہیے اور ہمہ وقت دوسروں کی مدد کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

❁❁❁

جنت سے انکار کرنے والے کون؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ساری اُمت جنت میں جائے گی، سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا۔''

صحابہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ! انکار کون کرے گا؟

فرمایا:

''جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار کیا۔

(حمیرا فاروقی)

بیگم سیدہ ناجیہ شعیب احمد

کایا پلٹ

نومی اپنی ہتھیلیوں کو بھینچ کر مٹھی بناتا اور غصے میں دیوار پر دے مارتا۔ اس طرح بیوقوف نومی نادانی میں خود کو ہی تکلیف پہنچا لیتا۔ بے چارا کم عقل نومی۔

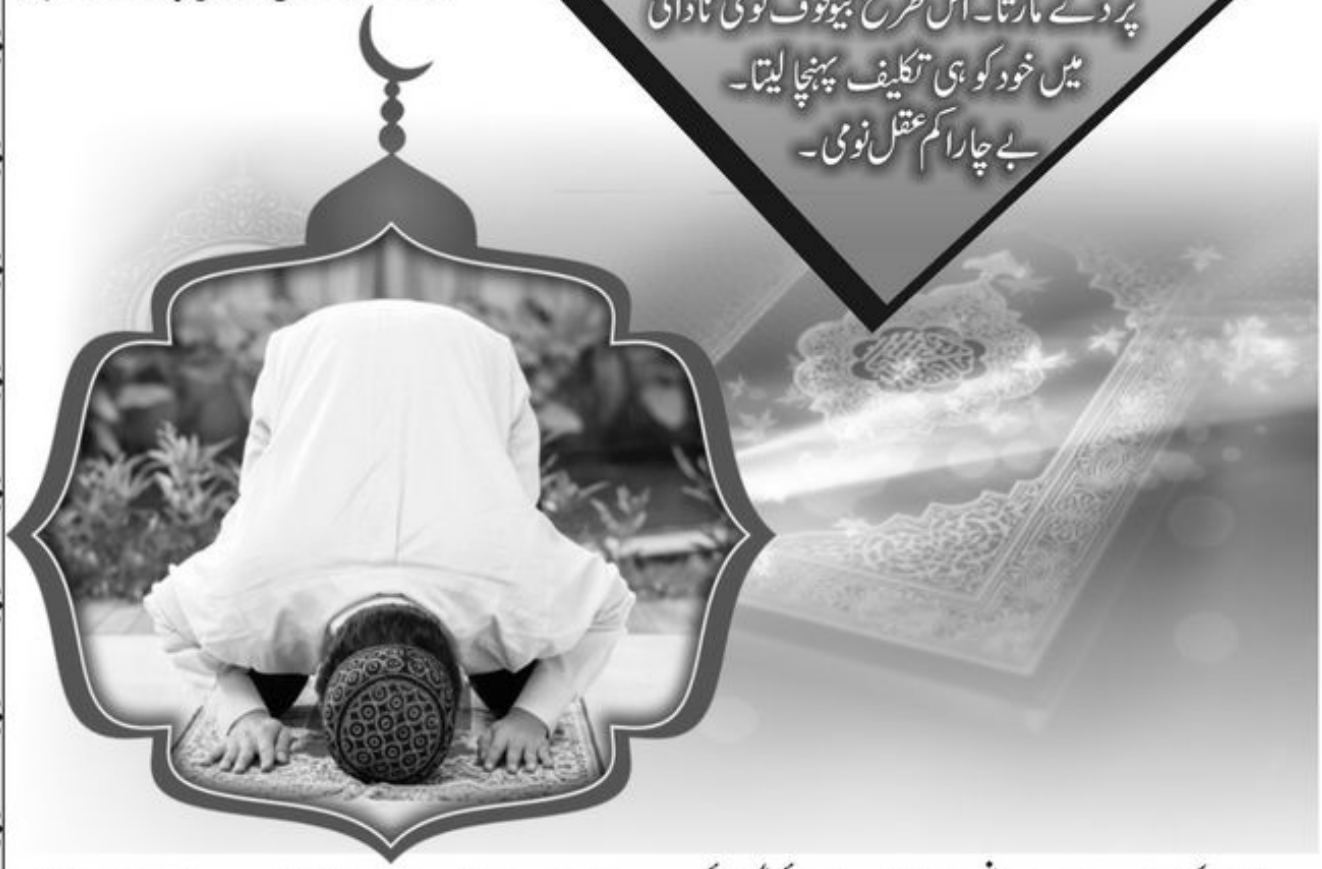

نومی ایک کند ذہن اور غبی بچہ تھا۔ پڑھائی لکھائی میں اس کا نہ دل لگتا تھا نہ دماغ۔ ہوم ورک لکھنے اور سبق یاد کرنے اس کی جان جاتی تھی۔

اسی لیے اسکول میں استادوں کی سخت سست سنتا رہتا۔ مگر اس کے کانوں میں جوں تک نہ رینگتی۔ کھوپڑی میں دماغ موجود تو تھا مگر وہ اسے بالکل بھی استعمال نہیں کرتا تھا۔ مارے سستی کے وہ کچھ سوچنے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتا تھا دماغ استعمال نہ ہونے کی وجہ سے اس پر ہر وقت کاہلی چھائی رہتی۔ وہ دن بھر لمبی لمبی جمائیاں لیتے ہوئے اونگھتا رہتا۔ رات کو دیر تک جاگتا سوتا رہتا۔ بے وقت اور بے تحاشا نیند سے اس کا جسم فربہی اور دماغ قدرے زنگ آلود ہو گیا تھا۔

پھر کسی پہر آنکھ لگ جاتی تو گھوڑے گدھے بیچ کر دن چڑھے تک پڑا

ہاں مگر ایک کام میں اس کا دل بہت زیادہ لگتا تھا اور وہ تھا کھیل کود۔ مگر بچو! نومی تو پڑھائی لکھائی کی طرح ہر کھیل میں بھی صفر تھا وہ ہمیشہ ہار جایا کرتا تھا۔

ارے بھئی بتایا نا کہ وہ اپنے دماغ کا بالکل بھی

استعمال نہیں کرتا تھا۔اس کے اسکول میں سارے بچوں نے اس کا نام کوڑھ مغز رکھ دیا تھا۔نومی بڑے بھرم اور رعب سے کھیلنے کے لیے آگے بڑھتا مگر بہت بری طرح ہار جاتا۔اس کے ہم جماعت لڑکے اسے چڑاتے اور یک زبان ہو کر چیختے۔

''تم ہارنے والے ہو نومی! تم ایک کوڑھ مغز لڑکے ہو''

نومی چڑچڑا ہو کر مرنے مارنے پر تل جاتا اور پھر بڑے آ کر بیچ بچاؤ کرواتے۔اسکول میں وہ نالائق، کوڑھ مغز اور لڑاکا کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔گھر میں ماسوائے ماما کے کوئی بھی اسے منہ نہیں لگاتا تھا۔گھر میں افراد ہی کتنے تھے۔ماما پاپا، بڑا بھائی وکی اور نومی۔پاپا کو نومی پر بس غصہ آتا تھا، پیار سے تو انہوں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔اوہو بھئی نومی کی عادتیں ہی اتنی عجیب اور حرکتیں طیش دلانے والی ہوتی تھیں کہ اچھے خاصے آدمی کو اس پر غصہ آجاتا۔

بس ایک ماما تھیں جو اس نالائق کے لیے ڈھال بنی رہتیں۔سب کو اسے ڈانٹنے ڈپٹنے سے روکتیں۔ماما اسے ہر بات خوب اچھی طرح سمجھاتیں تھیں اور وہ ناسمجھی میں بھینس کی طرح سر ہلاتا رہتا۔ماما سر پکڑ کر بیٹھ جاتیں۔مگر ماما نے ہمت نہیں ہاری تھی۔وہ اپنے کم عقل نومی کے لیے پُر امید اور دعا گو تھیں۔

پاپا تو بزنس کے سلسلے میں اکثر شہر سے باہر رہا کرتے تھے۔اس کا بڑا اور اکلوتا بھائی ہوسٹل میں رہتا تھا۔وکی نومی کے مقابلے میں بے حد ذہین، حاضر دماغ اور مضبوط جسامت کا مالک تھا۔وہ مہینے میں ایک مرتبہ دو چار دنوں کی چھٹی پر گھر آتا، گھومتا پھرتا تفریح کرتا اور اپنے دوستوں کے ہمراہ شغل میلہ لگائے رکھتا۔

وکی کو جب بھی موقع ملتا وہ نومی کو اپنے تضحیک آمیز رویے کا نشانہ ضرور بناتا۔ایک نومی ہی تو آسان شکار تھا جو اسے بآسانی میسر تھا۔نومی کند ذہن اور کاہل ہونے کے علاوہ بلا کا چڑچڑا بھی تھا۔وہ بہت جلدی طیش میں آجاتا تھا۔اس کی اس کمزوری کا ہر ایک خوب فائدہ اٹھاتا اور اسے غصہ دلا کر زچ کر کے رکھ دیتا۔

زچ ہوتے ہی نومی پر جن سوار ہو جاتا اور پھر وہ اپنے مدمقابل کو دھن کر رکھ دیتا۔وکی اس کی اس عادت سے بہت محظوظ ہوتا۔وکی کا جسم مضبوط تھا۔نومی کے مکوں، لاتوں اور گھونسوں کا اس کے فولادی بدن پر کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ وہ لطف اندوز ہوتا اور اسے خوب چڑاتا۔نومی لڑتے لڑتے تھک ہار کر ڈھے جاتا۔وکی فاتحانہ انداز میں آخری مرتبہ چڑاتا اور اسے روتا دھوتا چھوڑ کر کمرے سے چلا جاتا۔نومی اپنی ہتھیلیوں کو بھینچ کر مٹھی بناتا اور غصے میں دیوار پر دے مارتا۔اس طرح بیوقوف نومی نادانی میں خود کو ہی تکلیف پہنچا لیتا۔بے چارا کم عقل نومی۔

نومی کی نانو بہت بیمار رہتی تھیں۔ہر ماہ کے دو تین ہفتے انہیں اسپتال میں منتقل کر کے انتہائی نگہداشت میں رکھنا پڑتا۔طبیعت ٹھیک ہوتے ہی وہ گھر آجاتیں جہاں کل وقتی ملازمہ ان کی دیکھ بھال کرتی۔

اس کے باوجود نانو سے ماما کا قلبی تعلق اتنا مضبوط تھا کہ جوں ہی ماما کو نانو کی تشویش ناک حالت کی اطلاع

ملتی وہ عجلت میں سارے کام کاج ادھورے چھوڑ کر نانو کے پاس چلی جایا کرتیں۔

۞۞۞

صبح کے دس بج رہے تھے۔سورج آب وتاب سے چمک رہا تھا۔کمرے کی چھت پر لگا پنکھا اپنی پوری رفتار سے گول گول گھوم رہا تھا۔نومی بستر پر چت پڑا ابھی تک سو رہا تھا اس کے جناتی خراٹوں سے کمرہ گونج رہا تھا۔

بھلا نومی اتنی جلدی کہاں اٹھنے والا تھا وہ تو جلے ہوئے دودھ کی بو اور دھوئیں نے اسے بے چین کر دیا۔ اور بالآخر وہ کروٹیں بدلتے بدلتے بستر چھوڑنے پر مجبور ہوگیا۔منہ پھاڑ کر طویل جمائی لیتے ہوئے وہ گرتا پڑتا اٹھا۔کمرے سے باہر قدم رکھتے ہی ناک سے بدبو کا بھبھکا ٹکرایا،دھوئیں سے آنکھوں میں جلن مچنے لگی وہ گھبرا گیا۔

۞۞۞

ماما نانو کی طبیعت خراب کے باعث بہت پریشان تھیں اور کل دوپہر میں وکی سے نومی کی لڑائی بھی ہوئی تھی۔تب ماما نے بیچ بچاؤ کروانے کے بعد پیار سے اس کا سر سہلاتے ہوئے ہمیشہ کی طرح بہت ساری نصیحتیں کیں تھیں۔انہوں نے آبدیدہ ہوتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اس کی طرف سے بہت زیادہ فکرمند ہیں۔وہ بڑا ہوگیا ہے۔اسے اب سمجھداری اور عقل مندی سے کام لینا چاہیے۔ورنہ وہ اکیلا،بے یارومددگار رہ جائے گا۔کاہل اور ناکارہ لوگوں کو تو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔اسے اپنی عقل کے بند دروازوں کو کھولنا ہی ہوگا۔

وکی سے پٹنے،ہر کھیل میں بار بار بری طرح شکست سے دوچار ہونے،اسکول میں کاہل نالائق اور کوڑھ مغز مشہور ہونے کے بعد بالآخر نومی بلا چوں وچرا ماما کی ساری باتیں پہلی مرتبہ بہت توجہ اور دھیان سے سننے پر خود کو راضی کرنے کی کوشش کی۔

اس نے ماما کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے رات کا کھانا بہت اچھی طرح چبا چبا کر کھایا۔وکی کے ہوٹل روانہ ہونے سے پہلے گلے لگا کر بڑے بھائی سے معافی تلافی کی۔عشاء کی نماز بھی ادا کی اور جلدی سونے کی عادت ڈالنے کی ابتداء کرتے ہوئے رات دس بجتے ہی بستر پر لیٹ گیا۔وقت پر اور جلدی سونے کی وجہ سے اس کی نیند پوری ہوگئی اسی لیے تو صبح آنکھ کھل گئی۔گو کہ وہ فجر کے وقت بیدار نہیں ہوسکا تھا۔مگر جلدی سونے کی ابتدا تو کر دی تھی۔کیا وہ جلد کامیاب ہونے والا تھا؟

۞۞۞

آج پہلی مرتبہ مکمل اور پرسکون نیند لینے کے بعد نومی دماغی طور پر بیدار تھا۔آخر ماما کی اچھی اچھی باتیں سنتے رہنے کا کچھ تو اثر ہونا ہی تھا نا۔

پہلی مرتبہ جی ہاں پہلی مرتبہ نومی کی عقل کی بند کھڑکی کھلی اس نے اپنے قیمتی نادر و نایاب دماغ میں لگے تالے کو کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے سوچا۔

''لگتا ہے کہ کچھ جل رہا ہے۔شاید ربڑ،امم کاغذ نہیں نہیں تار،اوہ! ایسی بدبو آخر کس چیز کی ہوسکتی ہے؟'' خود سے سوال کرتے ہوئے سوچتے سوچتے اس کے دماغ

میں لگے زنگ نے آہستہ آہستہ چھٹنا شروع کر دیا۔

بند دماغ پر زور پڑا تو سویا ہوا شعور انگڑائیاں لیتے ہوئے بیدار ہونے لگا اور تب اس نے سوچا۔

''مجھے آگے بڑھ کر دیکھنا چاہیے کہ یہ دھواں اور بو آخر کہاں سے اُٹھ رہی ہے؟''

آنکھیں ملتے ہوئے، وہ ناک کی سیدھ میں کچن میں چلا آیا۔ مگر یہ کیا کچن کا تو نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ سنک میں جھوٹے برتنوں کا ڈھیر، کھانے کی میز پر اَدھ جلا پراٹھا، چولہے پر چڑھی پتیلی سے ابل ابل کر گرتے دودھ نے چولہے کی آگ کو بجھا دیا تھا۔ اب کچن سمیت پورے گھر میں جلے میں ہوئے دودھ کی بو اور دھواں پھیلا ہوا تھا۔

''اوہ!!! سارا دودھ ابل ابل کر جل گیا۔ اللہ اکبر! سارا چولہا خراب ہو گیا، سنک میں جھوٹے برتنوں کا ڈھیر اور جلے ہوئے دودھ کی ناگوار بو، کھانے کی میز پر بھنھناتی مکھیاں۔''

دھوئیں سے بھرے کچن کی حالت دیکھ کر نومی کے تاریک دماغ کی ساری بتیاں ایک ایک کر کے روشن ہونے لگیں۔ وہ کچن کی حالت زار دیکھ کر سوچ رہا تھا۔

''ارے واہ! واقعی یہ تو کمال ہو گیا'' نومی سوچ رہا تھا کہ اس سارے بکھیڑے کو کیسے سمیٹا جائے؟ دماغ قابو میں آیا تو دل بھی ساتھ دینے پر آمادہ ہو گیا۔ نومی تیزی سے واش روم گیا۔ اچھی طرح وضو کرنے کے بعد نمازِ فجر کی قضا ادا کی۔

اسے یاد آیا ماما نے سکھایا تھا کہ ہمیں جب بھی کوئی حاجت درپیش ہو تو فوراً دو رکعت نفل نماز پڑھ کر اللہ سے مدد مانگنی چاہیے۔ اس نے نماز پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی۔ ماما کی طرح خوب رو رو کر اللہ کو پکارا۔

''اللہ تعالیٰ! میری مدد کیجیے! میں بہت برا ہوں۔ غصہ کرتا ہوں، دماغی طور پر بہت کمزور ہوں۔ میں چست اور ذہین بننا چاہتا ہوں آپ میری سستی، کاہلی اور نالائقی کو ختم کر کے مجھے چاق و چوبند بنا دیجیے! آمین''

ایک نئے عزم و ارادے کے ساتھ نومی نے سجدے سے سر اٹھایا۔ اس نے یہ عہد کیا کہ وہ کبھی بھی ہمت نہیں ہارے گا۔ شیطان کو سستی پسند ہے۔ شیطان کی پسند کا کام بھلا ایک مسلمان کیوں کرے؟ سستی اور کاہلی کو خیر آباد کہہ کر وہ کام میں جت گیا۔ آدھے گھنٹے میں پورا کچن چم چم کر رہا تھا۔ وہ روزانہ اپنی ماما کو گھر کے سارے کام کرتے دیکھا کرتا تھا۔ آج تو نومی بالکل تازہ دم اور چست تھا۔ یہی نہیں اس نے اپنا ہوم ورک بھی مکمل کر لیا۔ اس کی ساری کاہلی اور نالائقی ایک دم سے اڑن چھو ہو گئی تھی۔

''ارے! یہ سب کس نے کیا؟ نومی کیا نانو کی ملازمہ آئی تھی۔ میں نے اسے کہا تھا کہ میں جلدی میں گھر کا سارا کام ادھورا چھوڑ آئی ہوں وہ جا کر سمیٹ لے!''

''ماما! یہ سب میں نے کیا ہے کیوں کہ میں سست اور کاہل نہیں ہوں۔'' تب نومی نے شرماتے ہوئے کہا۔

''ارے واہ نومی! شاباش! مجھے تم پر فخر ہے۔ تم نے ثابت کر دیا کہ تم ایک ذہین اور لائق بچے ہو۔''

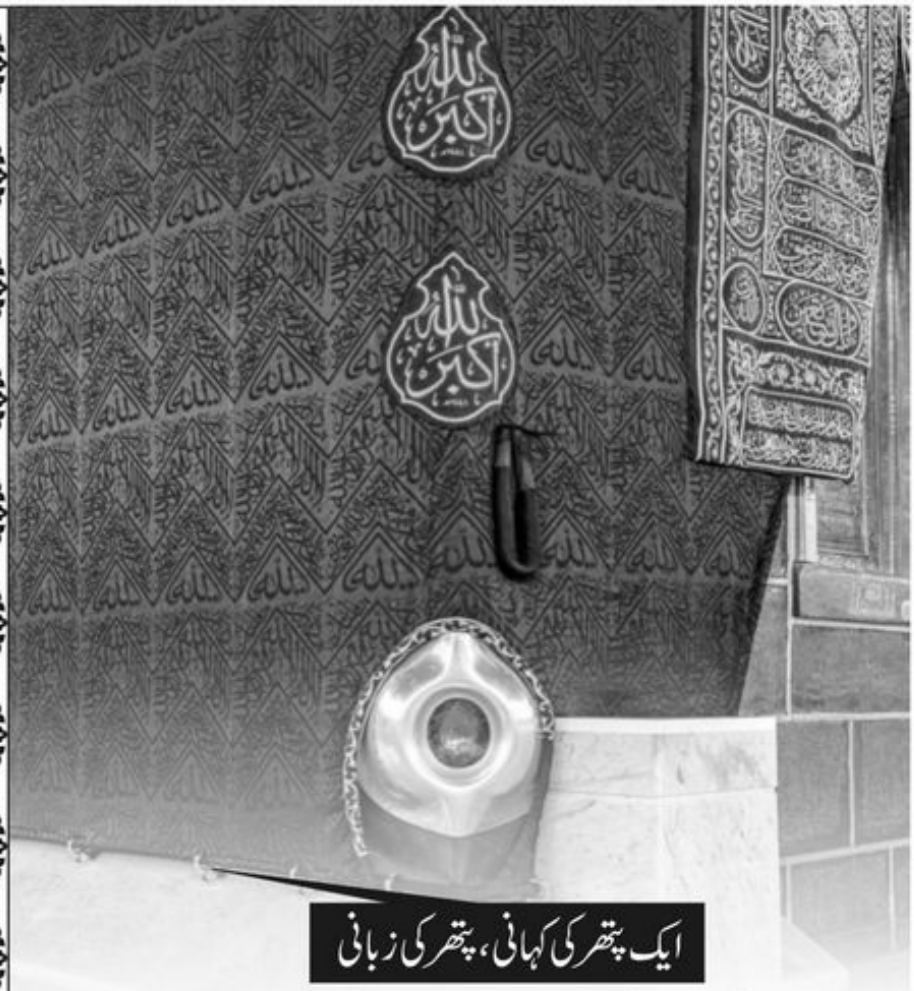

ایک پتھر کی کہانی، پتھر کی زبانی

خوش نصیب پتھر

عمار حسین

میں ایک پتھر ہوں۔ میرا رنگ بالکل سیاہ ہے۔ آپ نے میری طرح کے کئی پتھر دیکھے ہوں گے۔ ایسے پتھر آپ کو بلوچستان، صوبہ سرحد سندھ اور پنجاب کے کئی پہاڑی علاقوں میں کہیں کہیں نظر آئیں گے لیکن آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ میرا تعلق اس دنیا سے نہیں ہے، میں دراصل جنت کا پتھر ہوں جسے آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے اللہ کے حکم پر فرشتے زمین پر لے کر آئے۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب اللہ کے رسول حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام عرب کے اس مقام پر جسے اب مکہ معظمہ کہتے ہیں اللہ کی عبادت کا پہلا مرکز تعمیر کر رہے تھے۔

یہ جگہ بالکل ویران تھی۔ ریت کے ٹیلے اور خشک بیابان چاروں طرف نظر آتے تھے۔ جہاں سے میں لایا گیا یہ جگہ اس کے بالکل برعکس تھی۔ نہ کوئی سبزہ نہ درخت نہ پھل اور نہریں اور پھر سخت گرمی مجھے اللہ کے گھر کی ایک زیر تعمیر دیوار میں لگا دیا گیا۔ آپ جانتے ہیں اس گھر کا کیا نام ہے؟ اسے خانہ کعبہ کہتے ہیں۔ یہ وہی جگہ ہے جس کی طرف مسلمان دن میں پانچ دفعہ منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور دنیا کے کونے کونے سے مسلمان حج کرنے ہر سال یہاں آتے ہیں۔

آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ ہر وہ مسلمان جس کے پاس سفر کا خرچ ہو اور اس کے گھر والے اس کی غیر حاضری میں اپنا گزارا کر سکیں اس پر اللہ کی طرف سے حج فرض ہے۔

جب حضرت ابراہیم خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے تو اللہ سے دعا کر رہے تھے کہ اس جگہ کو آباد کرے۔ خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی تو وہاں کوئی آبادی نہ تھی۔ صرف ایک چشمہ تھا جو

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے جب وہ بالکل ننھے منے بچے تھے زمین سے ظاہر کر دیا تھا۔ یہ آج بھی موجود ہے اس کو چاہ زمزم کہتے ہیں۔

وقت کے ساتھ ساتھ خانہ کعبہ کے ارد گرد آبادی بڑھتی گئی۔ یہاں پانی بھی کثرت سے تھا اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں بھی۔ دور دراز سے لوگ اللہ کے گھر کی زیارت کو آتے تو مجھے بھی عزت کی نظر سے دیکھتے۔ عقیدت کے طور پر مجھے چومتے۔ میرے متعلق ایک دوسرے کو بتاتے کہ میں جنت کا پتھر ہوں۔

اس اللہ کے گھر میں کافی عرصہ تک صرف اللہ کا نام لیا جاتا رہا۔ مگر جوں جوں وقت گزرا لوگ اللہ کو بھول کر بتوں کی پوجا میں لگ گئے۔ اللہ کا گھر بتوں کے پجاریوں کا گھر بن چکا تھا۔ ایک دو کا نہیں سینکڑوں بتوں کا، یہ سب پتھر کے بت تھے۔ ان کو ماننے والے یہ سمجھتے تھے کہ ان میں سے کوئی بت بارش لاتا ہے تو کوئی اناج اگاتا ہے۔ کوئی اولاد دیتا ہے تو کوئی مویشی، ان پتھروں کو لوگ اپنے ہاتھوں سے خود بناتے اور انہی بے جان بتوں کو خدا بنا لیتے اس بت پرستی، گندگی اور شرک و گناہ کے ماحول سے، میں بہت اکتا گیا تھا اور خدا سے دعا کرتا تھا کہ وہ اپنے گھر کو بتوں سے پاک وصاف کر دے اور اس میں صرف اللہ ہی کی عبادت کی جائے۔ آپ کو شاید علم نہ ہو کہ جب سے خانہ کعبہ بنا ہے، لوگ دور دراز سے اس کی زیارت کرنے آتے ہیں۔

اب میں آپ کو اپنی زندگی کا ایک اہم واقعہ سناتا ہوں۔ یہ کوئی چودہ سو سال پہلے کی بات ہے ان دنوں عرب کے جنوب میں یمن کے علاقے میں ابرہہ نامی ایک شخص حکومت کرتا تھا۔ اسے اس بات پر بڑا غصہ تھا کہ خانہ کعبہ کی وجہ سے مکہ والوں کی بڑی عزت ہے۔ وہ مال دولت و طاقت میں مکہ والوں سے کہیں بلند ہے۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ ایک شاندار عبادت گاہ بنائی جائے جس کی چمک دمک سے لوگ اس طرف کھینچے چلے آئیں اور خانہ کعبہ کی حیثیت ختم ہو جائے۔ اس نے ایسا ہی کیا اس نئی عبادت گاہ میں سونے چاندی کے نقش ونگار بنوائے مگر اس کی طرف کسی نے توجہ نہ کی۔

لوگ پہلے کی طرح خانہ کعبہ کی زیارت کو جاتے رہے۔ اس لئے ابرہہ نے فیصلہ کیا کہ خانہ کعبہ کو ختم کر دیا جائے تا کہ جب خانہ کعبہ بند رہے گا تو لوگ مجبوراً اس کی تعمیر کردہ شاندار عبادت گاہ کی طرف آنا شروع کر دیں گے۔ آخر کار وہ گھوڑوں اور ہاتھیوں سمیت ایک بہت بڑا لشکر لے کر روانہ ہوا کہ اللہ کے گھر کی نشانی کو ختم کر دے۔

ابھی یہ لشکر مکہ سے کچھ دور ہی تھا کہ اہل مکہ اس کے خوف سے مکہ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ میں اپنی جگہ شدید خوف میں مبتلا تھا۔ میں ڈر رہا تھا کہ اب یہ لشکر اللہ کے گھر کو تباہ کر دے گا اور نہ جانے میرا کیا حال ہوگا؟ یکا یک میں کیا دیکھتا ہوں کہ سمندر کی جانب سے چھوٹے چھوٹے پرندے ابابیل، آسمان پر جھنڈ در جھنڈ آنے لگے۔ تھوڑی دیر میں آسمان بالکل چھپ گیا۔ ان پرندوں نے چھوٹی چھوٹی کنکریاں ابرہہ کے لشکر پر گرانی شروع کر دیں۔

جسے ایک بھی کنکری لگتی ذرا سی دیر میں ڈھیر ہو جاتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ابرہہ کا لشکر تباہ ہوگیا۔ جو خانہ کعبہ کو مٹانے آئے تھے وہ خود مٹ گئے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ آپ نے اس واقعہ کے بارے میں سورہ فیل جو قرآن کریم کے آخری پارے میں آتی ہے ضرور پڑھی ہوگی۔ ابرہہ کے لشکر کی تباہی کے عجیب و غریب واقعہ کے کچھ دنوں بعد میں نے کیا دیکھا کہ ہر طرف نور ہی نور پھیلا ہوا ہے۔ پرندے خوشی کے ترانے گا رہے ہیں۔

میرے قریب ایک کبوتر آ کر بیٹھا۔ میں نے پوچھا آپ سب اتنے خوش کیوں ہیں؟ وہ حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔ تعجب ہے آپ کو نہیں معلوم آج مکہ کے سردار عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کے گھر ایک فرزند آیا ہے جو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ میں اس بچے کو دیکھنے کے لئے بے تاب ہوگیا۔ وقت گزرتا گیا۔ یہ بچہ بڑا ہوکہ جوان ہوا۔ اس کی نیکی سچائی، پاک بازی کے قصے مکہ کے ہر شخص کی زبان پر تھے۔ اللہ کا یہ نیک بندہ مکہ والوں سے مختلف تھا۔ بتوں سے نفرت کرتا صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا۔ کمزوروں کی مدد کرتا سچ بولنا ہر ایک کی امانت کا پاس رکھتا اس کا نام محمد ﷺ تھا۔

ابھی محمد ﷺ کی عمر 35 سال کی ہوگی کہ میری زندگی میں ایک نہایت ہی اہم واقعہ پیش آیا۔ مکہ کے لوگ بہت سے قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ہر ایک اپنے آپ کو دوسرے سے بڑا سمجھتا۔ لوگ معمولی سی بات پر ایک دوسرے کا خون بہانے کو تیار ہو جاتے۔ اس سال غضب کی بارش ہوئی۔ خانہ کعبہ کے اندر پانی بھر گیا۔ چونکہ اس کی دیواریں کچی تھیں اس لئے انہیں خاصا نقصان پہنچا۔ کہیں سے دیوار بھی بیٹھ گئی۔ اہل مکہ نے فیصلہ کیا کہ خانہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کیا جائے اور اس مرتبہ دیواریں زیادہ بلند کی جائیں۔ تعمیر شروع ہوئی۔ اب وقت آپہنچا جب مجھے دیوار پر لگایا جانا تھا۔ ہر قبیلہ اپنے آپ کو اس کام کا حقدار سمجھتا تھا۔ بات لڑائی تک جا پہنچی۔

آخر کار کچھ بوڑھے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ سب لوگ اپنے گھر کو چلے جائیں۔ جو شخص اگلے روز صبح کے وقت سب سے پہلے خانہ کعبہ کے احاطہ میں داخل ہو وہی مجھے اٹھا کر دیوار میں لگائے۔ آپ کو یہ جان کر بے حد خوشی ہوگی کہ سب سے پہلے دوسری صبح کو جو شخص خانہ کعبہ کے احاطہ میں داخل ہوا وہ ہمارے پیارے نبی ﷺ تھے۔ ابھی آپ ﷺ کو نبوت نہیں ملی تھی مگر آپ کے کردار کی سبھی تعریف کرتے تھے۔ آپ سچائی اور امانت داری کی وجہ سے صادق اور امین کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔

جوں ہی لوگوں کو اس بات کا علم ہوا کہ سب سے پہلے آنے والے شخص آپ ﷺ ہیں تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ مکہ کے تمام لوگ جمع ہو چکے تھے۔ ہمارے نبی ﷺ نے ہر قبیلہ سے ایک نمائندہ لیا، پھر ایک چادر منگوائی اور اپنے مبارک ہاتھوں سے مجھے اٹھا کر چادر میں رکھا۔ پھر ہر قبیلہ کے نمائندہ سے فرمایا کہ وہ چادر کو تھام کر اوپر اٹھائے۔ جب چادر بلند ہو کر اس مقام تک پہنچی جہاں مجھے دیوار میں رکھا جانا تھا تو پیارے نبی ﷺ نے مجھے پھر اپنے پاک

ہاتھوں سے اٹھایا اور دیوار میں رکھ دیا۔ آپ کو میں نہیں بتا سکتا کہ اس وقت میری خوشی کا کیا عالم تھا۔ یہ کام بخوبی پورا ہو گیا۔ ہر قبیلہ مطمئن تھا کہ اس نے پتھر اٹھایا ہے۔ پیارے نبی کی اس دانشمندی سے مکہ والے ایک بہت بڑے خون خرابے سے بچ گئے۔

نبی کریم ﷺ جب بھی خانہ کعبہ آتے تو مجھے بوسہ دیتے۔ میں اپنی قسمت پر فخر کرتا۔ چند سال گزرے تھے کہ میں نے مکہ والوں کی زبانی سنا کہ محمد ﷺ نے اعلان کیا ہے کہ اللہ نے انہیں نبی بنایا ہے تاکہ لوگوں کو سیدھا راستہ دکھا سکیں اور انہیں ایک خدا کی عبادت کی تلقین کریں اور بتوں کی پوجا سے روکیں۔ میں نے کئی مرتبہ اپنے قریب نبی کریم کو قریش کے سرداروں کو اس قسم کی نصیحت کرتے سنا کہ وہ بتوں کی پوجا نہ کریں اور صرف اللہ کی عبادت کریں۔ اس کا نہ کوئی شریک ہے، اور نہ ہی اس کے کوئی برابر ہے۔ اس نے تمام جہانوں کو پیدا کیا ہے، وہی ہمیں روزی دیتا ہے وہی زندگی دیتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ مگر قریش کے سردار آپ ﷺ کی ایک بات نہ سنتے بلکہ آپ کو (نعوذ باللہ دیوانہ اور شاعر کہتے) مجھے یہ دیکھ کر بے حد دکھ ہوتا۔

کعبہ کے اندر ان دنوں، تین سو ساٹھ بت تھے جن کی قریش پوجا کرتے تھے۔ ان کے لئے نذرانے پیش کرتے، خانہ کعبہ کے گرد ناچتے بغیر لباس کے طواف کرتے۔ ہر طرف گندگی پھیلاتے۔ میں حیران ہوتا کہ قریش اس خدا کی عبادت کیوں نہیں کرتے جو سب کو پیدا کرنے والا ہے اور رزق دینے والا ہے۔ میری سمجھ میں نہ آتا کہ قریش اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا خدا بناتے تھے، بھلا جو نہ سن سکتے ہوں نہ دیکھ سکتے ہوں نہ حرکت کر سکتے ہوں وہ کسی کو کیا نقصان یا فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟ وقت گزرتا گیا کچھ لوگ آپ ﷺ کی بات پر دھیان دینے لگے مگر قریش کے اکثر لوگ آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے۔ آپ ﷺ کو تبلیغ سے روکنے کی خاطر طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے۔ ایک دفعہ ایک کافر نے اونٹ کی آنتیں وغیرہ تمام گندگی سمیت آپ کی پیٹھ پر رکھ دیں جب آپ حالت سجدہ میں تھے اس کے بوجھ سے آپ سے اٹھا نہ جاتا تھا۔

کافر اور اس کے ساتھی اس شرمناک حرکت پر ہنسے چلے جا رہے تھے۔ آخر آپ ﷺ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ اطلاع ملتے ہی بھاگی آئیں، گندگی کو آپ کی پشت سے علیحدہ کیا تب کہیں آپ سجدے سے اٹھ سکے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو اس بدبخت کافر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔ ایک دن اور اسی طرح مجھے ایک دوسرے کافر پر طیش آیا جس نے آپ کی گردن میں چادر ڈالی اور اس زور سے کھینچا کہ آپ کا سانس گھٹنے لگا۔

ایسے واقعات دیکھ کر میں دل ہی دل میں روتا رہتا اور پیارے نبی ﷺ کی سلامتی کی دعائیں مانگتا رہتا ہمارے پیارے نبی ان تمام مشکلات کے باوجود دین اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ کافروں کو خدشہ تھا کہ کہیں ان کے بتوں کی پوجا بند نہ ہو جائے جن کی وجہ سے سارے عرب میں ان کو قدر کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

کافروں نے ایک چال چلی انہوں نے آپ کے پاس آپ کے چچا ابو طالب کے ذریعہ یہ پیغام بھیجا کہ وہ

اس شرط پر آپ کو اپنا بادشاہ بنانے کے لئے تیار ہیں کہ آپ ﷺ ان کے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیں اور ایک خدا کی عبادت کے لئے دعوت دینا بند کر دیں۔

پیارے نبی ﷺ نے اس پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے کہا کہ اگر قریش میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لا کر رکھ دیں تب بھی میں اللہ کے دین سے نہیں پھروں گا۔ جب کوئی ترکیب نہ چلی تو کافروں نے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں سے بول چال اور تجارت کا لین دین بند کر دیا۔ مجبوراً آپ کے چچا ابوطالب آپ، آپ کے ساتھیوں اور ان کے گھر والوں کو لے کر مکہ کے قریب ایک گھاٹی میں چلے گئے۔ یہاں وہ سب تین سال کے طویل عرصہ تک رہے اس دوران مسلمانوں نے بہت تکلیفیں اٹھائیں یہاں تک کہ فاقہ کی نوبت آ پہنچی۔ بچے دودھ نہ ملنے کی کی وجہ سے بلک بلک کر روتے تھے۔ ادھر رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں سے بات چیت اور لین دین بند کرنے کے متعلق ایک معاہدہ تحریر کر کے قریش نے میرے قریب خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیا۔ اکثر میرا دل کرتا کہ میں اس معاہدے کو پھاڑ دوں مگر میں ایسا نہ کر سکا۔

ایک دن میں کیا دیکھتا ہوں کہ قریش کے کچھ سردار آپس میں بحث کر رہے ہیں۔ ایک کہتا تھا دیکھو محمد ﷺ نے بغیر دیکھے بتا دیا کہ اس معاہدے کو دیمک کھا گئی ہے۔ مجھے تو وہ سچے لگتے ہیں کیونکہ ایسا ہی ہوا ہے۔ ان پر جو پابندی ہم نے لگائی ہے وہ ختم کر دینی چاہیئے۔ آخر کار وہ اور ان کے ساتھی ہم ہی میں سے ہیں۔

دوسرا کہنے لگا اگر ایسا کیا گیا تو پھر اسلام کو کوئی نہیں روک سکتا۔ تین چار سردار آگے بڑھے معاہدہ کو کعبہ کے دروازے سے اتارا اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ معاہدہ ختم ہے اور پابندی ہٹ چکی ہے۔ پھر کیا تھا مسلمان مکہ دوبارہ واپس آ گئے۔ نبی کو کافی عرصہ کے بعد اپنے پاس پا کر میں بے حد خوش ہوا۔ مکہ سے واپسی پر نبی نے پھر تبلیغ شروع کر دی مگر کافروں نے اپنی مخالفت جاری رکھی۔

آپ ﷺ مکہ والوں سے مایوس ہو کر قریب کے شہر طائف گئے تا کہ وہاں کے لوگوں کو اللہ کے دین کی دعوت دیں۔ طائف والوں نے آپ کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ شریر بچوں کو پیچھے لگا دیا جنہوں نے آپ ﷺ پر پتھر برسائے اور آپ لہولہان ہو گئے جب مجھے اس واقعہ کا علم ہوا تو میرے رنج کی انتہا نہ رہی۔

نبی کریم ﷺ مخالفت کے باوجود ثابت قدم رہے اور لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاتے رہے۔ آپ رات کو خانہ کعبہ میں آتے اور اللہ کے حضور عاجزی سے دعائیں مانگتے جو میں سنتا تھا۔ وہ ساری ساری رات اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے۔ ان ہی دنوں کی بات ہے رات اندھیری تھی، رسول کریم عبادت کے لئے نماز میں مشغول تھے کہ میں نے آسمان سے حضرت جبرائیل کو آتے دیکھا ،ان کے ساتھ ایک عجیب و غریب شکل وصورت کی سفید رنگ کی سواری تھی۔

(بقیہ صفحہ نمبر 80 پر)

پھر نہ کہنا

محمد قاصد ترابی

اسے حیرانی ہوئی جب اس تصویر کے آگے سر جھکانے والوں میں اس نے فرخ کو بھی دیکھا۔

اسے یہ عجیب سا خواب دو ہفتے سے متواتر نظر آرہا تھا، وہ دیکھ رہا تھا کہ وہ ایک گھنے جنگل میں بھٹک گیا ہے، جہاں سے نکلنے کا راستہ اسے پچھلے کئی دن سے نہیں مل رہا۔ وہ بھٹکتا بھٹکتا ایک وسیع و عریض عمارت تک پہنچ جاتا ہے۔ اتنے گھنے جنگل میں اتنی عالیشان عمارت اسے پریشان کر دیتی ہے وہ آگے بڑھتا ہے اور عمارت کا دروازہ کھلا پا کہ اندر گھس جاتا ہے۔

اسے ایک استعجابی جھٹکا لگتا ہے کہ وہ عمارت تو ایک عظیم مدرسہ ہے۔ وہ ایک کلاس میں پہنچتا ہے جہاں چھوٹے چھوٹے بچے بیٹھے قرآن پاک پڑھ رہے ہیں۔ ایک جگہ حفظ قرآن کی کلاس لگی ہے۔ کہیں فقہ پڑھائی جارہی ہے تو کہیں دورۂ حدیث چل رہا ہے۔ ایک جگہ عقائد اور فروعی مسائل پر مناظرہ ہو رہا ہے تو دوسری جگہ تقریر کی مشق جاری ہے۔

وہ تڑپ کر کہتا ہے کہ اے اللہ! اتنا بڑا علم کا مرکز انسانی نظر سے اوجھل کیوں ہے؟ اسے کسی شہر میں کیوں نہ بنایا کہ سب اس سے استفادہ کرتے۔

اچانک وہ ایک بہت بڑے ہال میں پہنچ جاتا ہے جہاں ایک تقریب جاری ہے۔

لاکھوں لوگوں کا مجمع ہے، اسٹیج پر کھڑا شخص ان سب سے یہ عہد لے رہا ہے کہ وہ سب اپنے مشن کو جاری رکھیں گے۔ اپنا پیغام دنیا کے ہر ملک، ہر شہر، ہر گاؤں، گلی گلی اور کونے کونے میں پہنچائیں گے۔

اچانک ایک بہت بڑی اسکرین پر ایک تصویر چلائی جاتی ہے جس کے آگے سب ادب سے اپنا سر جھکا دیتے ہیں، وہ اس تصویر کو دیکھنے کی کوشش کرتا ہے یہ وہ اسے دھندلی دکھتی ہے، وہ آنکھیں مل کر دیکھتا ہے مگر وہ پھر بھی واضح نہیں ہو پاتی۔ بس یہی جگہ ہے جہاں ہر بار اس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔

❁❁❁

غلام رسول پانچویں جماعت کا ذہین شاگرد تھا۔ اسے پڑھنے اور آگے بڑھنے کا جنون کی حد تک شوق تھا یہی وجہ تھی کہ وہ ہر امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کرتا تھا۔ وہ گاؤں کے جس اسکول میں پڑھتا تھا وہاں تعلیم پانچ جماعت تک تھی۔ پانچویں پاس کرنے کے بعد اسے آگے پڑھنے کے لیے کسی اور اسکول میں داخلہ لینا تھا ان دنوں ان کے گاؤں میں ایک نئے اسکول کا خوب چرچہ تھا جو مفت اعلیٰ تعلیم، جدید نظام، انتہائی پڑھے لکھے اور قابل صفت اساتذہ کے حوالے سے زبان زد عام ہو رہا تھا۔

گاؤں کے سب بچے جوق در جوق یہاں داخلہ لینے لگے۔ غلام رسول کا بھی دل چاہا کہ وہ اپنی حصول علم کی پیاس یہاں بجھائے۔ اس نے اپنے والد سے مشورہ کیا جو کہ ایک کسان تھا، اس کے والد عبدالحکیم نے غلام رسول کی لگاوٹ دیکھتے ہوئے بغیر کسی چوں چراں کے اسے داخلے کی اجازت دے دی۔

یہاں ان کو کئی اور اضافی سہولتیں بھی میسر تھیں۔ ایک تو یہ کہ کتابوں کے ساتھ ساتھ، کاپیاں اور قلم وغیرہ سب مفت تھا۔

دوسرے، اسکول کی طرف سے بانٹے گئے پمفلٹ میں بتایا گیا تھا کہ دور دراز کے شاگردوں کو گھر سے اٹھانے اور چھوڑنے کے لیے اسکول بس کی مفت سہولت دی جائے گی۔ امتحانات میں پوزیشن لینے والے طلبہ کو ہزاروں روپے کے ماہانہ وظیفہ اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے اسکول انتظامیہ اور مختلف فلاحی تنظیموں کے تعاون سے باہر ممالک بھی بھیجا جائے گا۔

غلام رسول کو تو پہلے ہی علم سے انتہا درجے کا شغف تھا اور ہر امتحان میں اول پوزیشن حاصل کرتا تھا، لہٰذا اسے یہاں اپنا مستقبل روشن نظر آنے لگا۔ خیر اس نے پانچویں پاس کرنے کے بعد یہاں داخلہ لے لیا اور ذوق وشوق سے پڑھنے لگا۔ گھر دور ہونے کے باعث بس روزانہ اسے گھر سے اٹھاتی اور چھوڑ جاتی تھی۔

ابھی اسے ادھر آئے ہوئے چند روز ہی گزرے تھے کہ ایک نئے بچے کی آمد شہرت اس کے کانوں میں پڑنے لگی۔ پورے اسکول میں اس کی ذہانت کا چرچہ ہو رہا تھا، سننے میں آیا کہ انٹرویو کے دوران اس نے پرنسپل کو بھی اپنے علم سے متاثر کیا ہے۔

چھٹی کے سیکشن میں پانچ کلاسیں تھیں، ہر کلاس کے

ٹیچر کی کوشش تھی کہ وہ بچہ اس کی کلاس میں آ کر پڑھے تا کہ اس کی ریٹنگ میں بڑھوتری ہو۔ بالآخر اس کا داخلہ غلام رسول کی کلاس میں ہوگیا۔ اس کا نام فرخ تھا، بلا کا ذہین اور حاضر دماغ، فرفر انگریزی بولتا اور ہر قسم کا سوال چٹکیوں میں حل کرتا۔

اساتذہ کبھی کبھار خود پڑھانے کے بجائے فرخ سے لیکچر دلواتے اور وہ کمال ہوشیاری کے ساتھ موضوع سے انصاف کرتا۔

اسلامی معلومات میں بھی وہ اس کلاس میں طاق تھا، حالانکہ غلام رسول کا اسلامی مطالعہ کافی اچھا تھا لیکن فرخ اس کے بھی کان کاٹتا تھا۔ غلام رسول جب بھی کلاس میں اپنی معلومات کا مظاہرہ کرتا تو فرخ فوراً مداخلت کرتا اور اس کی بات کو رد کرتے ہوئے اسے لاجواب کر دیتا تھا۔

البتہ غلام رسول کو فرخ کی دلیل اکثر بے بنیاد محسوس ہوتی پر وہ اس کو رد نہ کر پاتا تھا۔ پوری کلاس میں فرخ کی واہ واہ ہونے لگی تھی، وہ فارغ اوقات میں بچوں کو اکٹھا کرتا اور انہیں اسلامی قصے سناتا، سب بچے اس کی باتیں غور سے سنتے اور پسند کرتے۔

غلام رسول نے محسوس کیا کہ وہ اکثر ایسی باتیں کرتا ہے جس کا اسلامی تعلیمات اور تاریخ سے دور دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن اسلامیات کے پیریڈ میں بھی وہ ایسے ہی بے پر کی اڑا رہا تھا کہ غلام رسول بول پڑا کہ ”سر! فرخ اسلام کے ساتھ ایسی باتیں منصوب کر رہا ہے جو ہم نے آج تک نہیں سنی۔“

غلام رسول کا خیال تھا کہ وہ اسلامیات کا استاد ہے لہٰذا اس کا اس حوالے سے مطالعہ وسیع ہوگا اور وہ ضرور فرخ کو غلط بیانی پر آڑے ہاتھوں لے گا مگر استاد نے غلام رسول کو ہی خاموش کرواتے ہوئے کہا کہ ”فرخ بالکل درست ہے، مولویوں کو چونکہ اپنا کاروبار بھی چلانا ہوتا ہے تبھی وہ عوام کو ہر بات کھول کر نہیں بتاتے اگر بتائیں تو بھوکے مر جائیں۔“ غلام رسول آج پھر لاجواب تھا اور فرخ اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا گویا اس کی شکست کا مذاق اڑا رہا ہو۔

۞۞۞

غلام رسول آج پھر وہی خواب دیکھ رہا تھا، وہ اس ہال میں پہنچا جہاں عہد لیا جا رہا تھا۔ پھر معمول کی طرح سکرین پر وہی تصویر چلائی گئی مگر اس بار تصویر دھندلی نہیں تھی بلکہ وہ بالکل واضح طور پر اسے دیکھ پا رہا تھا البتہ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ تصویر میں نظر آنے والا یہ شخص ہے کون؟

اسے حیرانی ہوئی جب اس تصویر کے آگے سر جھکانے والوں میں اس نے فرخ کو بھی دیکھا۔

۞۞۞

وہ جاگ چکا تھا۔ اسے رہ رہ کر اپنا خواب یاد آتا کیونکہ آج اسے خواب میں وہ چیز دکھائی گئی تھی جو آج سے پہلے پوشیدہ رکھی گئی تھی اور پھر آج ہی اسے دیکھانے میں کیا مصلحت تھی؟ اس نے سوچا، پھر اس مجمع میں فرخ کی موجودگی اسے مزید پریشان کر رہی تھی۔

وہ سوچتا رہا کہ آخر فرخ ہے کون؟ اس کی اصلیت کیا ہے؟ اعلیٰ پائے کی تعلیم کے باوجود وہ اس گاؤں میں

کیوں پڑھنے آیا ہے؟ اس کو اتنا پروموٹ کیوں کیا جارہا ہے؟ غلطی پر ہونے کے باوجود اسے غلط نہیں سمجھا جاتا۔ کیا واقعی ہم سے کچھ چھپایا گیا ہے؟ اس کا سر چکرانے لگا اور پھر اسی ذہنی کشمکش میں صبح کے آثار نمایاں ہو گئے۔

آج اسکول میں بھی غلام رسول کا ذہن کل رات والے خواب سے بندھا ہوا تھا۔ اچانک اس نے دیکھا کہ فرخ سب بچوں سے ہٹ کر کونے میں بیٹھا کچھ پڑھ رہا ہے۔ کوئی ایسی چیز جو غیر نصابی ہے آج سے پہلے غلام رسول نے فرخ کو الگ تھلگ بیٹھ کر کوئی غیر نصابی سرگرمی کرتے نہیں دیکھا تھا۔ کل کے خواب میں تصویر کا آشکار ہو جانا۔ وہاں فرخ کا موجود ہونا اور آج کا منظر، کچھ تو خاص رشتہ ہے اس تسلسل میں وہ سوچنے لگا۔

غلام رسول کو اشتیاق ہوا کہ وہ دیکھے کہ فرخ کیا پڑھتا ہے؟ کیا سیکھتا ہے؟ اسے یہ سب کون سکھا رہا ہے؟

وہ بریک کا انتظار کرنے لگا کہ فرخ باہر جائے اور وہ اس کے بستے کو کھنگالے اور اسکی اصلیت جان جائے۔

جب بریک ہوئی غلام رسول بیٹھا رہا۔ فرخ سمیت جب سب بچے کلاس سے باہر نکلے تو اس نے فرخ کا بستہ کھولا وہاں نصاب سے ہٹ کر ڈھیر ساری چھوٹی بڑی کتابیں موجود تھیں، اس نے ایک کتاب نکالی اور پہلا صفحہ پلٹا، اسے ایک استعجابی جھٹکا لگا، وہی تصویر جو کل خواب میں اس پر آشکار ہوئی، اس کے سامنے تھی۔ اچانک تصویر کے نیچے لکھے جلی حروف پڑھ کر اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا، دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ لکھا تھا:۔

''نبی خدا مرزا غلام احمد قادیانی'' (نعوذ باللہ)

''اوہ میرے خدا!!!'' وہ چلایا، اس کا دماغ پھٹ رہا تھا، پھر اس نے خود کو سنبھالا، کتاب رکھ کر بستہ بند کیا اور اپنی جگہ آبیٹھا۔

❁❁❁

بریک کے بعد اسلامیات کا پیریڈ تھا۔ حسب معمول ٹیچر نے فرخ کو بورڈ پر بلایا اور ریڈنگ کرنے کو کہا۔ پڑھتے پڑھتے فرخ ایک جملے ''اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ'' کو فقط ''حضرت محمد ﷺ'' پڑھ کر آگے بڑھ گیا، سب بچوں نے اعتراض کیا کہ فرخ آدھا جملہ کھا گیا ہے، تو فرخ انتہائی ناگواری سے بولا کہ اس کے پڑھنے سے بلاوجہ یہ وہم پیدا ہو جاتا ہے کہ اب نبوت کا دروازہ بند ہو چکا حالاں کہ بعد میں خدا نے کئی نبی بھیجے ہیں جن میں ایک مرزا.....''

''بکواس بند کرو!'' غلام رسول اٹھ کھڑا ہوا۔

''تم نے اگر میرے پاک پیغمبر اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے پاک منصب کے ساتھ اس شیطان صفت خبیث اور لعنی خنزیر کو ملانے کی کوشش کی تو میں تمہاری زبان گدی سے کھینچ لوں گا اور کسی قسم کی رعایت بھی نہیں کروں گا۔''

''تم اپنی اوقات میں رہو اور چپ چاپ بیٹھ جاؤ!'' اسلامیات کا ٹیچر چلایا۔

''اوہ! میں اب سمجھا کہ آپ فرخ پر اتنے مہربان کیوں ہیں پہلے تو میں اتفاق اور اپنی کم علمی کا اثر سمجھتا رہا پر

اب راز فاش ہو ہی گیا، اس شیطانیت میں آپ بھی ملوث ہیں، آپ اپنی خباثت سے ہمیں گمراہ نہیں کر سکتے، میں آج ہی تمہارے کرتوت پرنسپل کو بتاؤں گا اور گاؤں والوں کے سامنے تمہارا راز افشا کروں گا۔ تم سانپ اب بھولے بھالے بچوں کے ذہنوں میں اپنا زہر نہیں چھوڑ پاؤ گے۔ تمہارا کھیل ختم سمجھو!''

غلام رسول فوراً کلاس سے نکل کر پرنسپل کی آفس میں پہنچا اور پرنسپل کو سارا قصہ سنایا کہ کس مکروہ انداز سے بچوں کی برین واشنگ کی جا رہی ہے۔

پرنسپل نے غلام رسول کی ہمت و جرات کی خوب تعریف کی اور ان اقدامات کو سراہتے ہوئے یقین دلایا کہ اس سازش میں ملوث اسلامیات کے ٹیچر اور فرخ کو وہ آج ہی اسکول سے فارغ کر دے گا۔

پرنسپل نے فوراً دونوں کو فون کر کے طلب کر لیا اور غلام رسول کو پرزور تاکید کی کہ وہ یہ بات کسی کو نہ بتائے، اس سے اسکول کی بدنامی ہوگی اور گاؤں کے بچے اچھی اور معیاری تعلیم سے محروم ہو جائیں گے۔''

جب غلام رسول آفس سے باہر نکل رہا تھا تو اس نے اسلامیات کے ٹیچر اور فرخ کو انتہائی غصے کی حالت میں آفس کی طرف آتے دیکھا۔

❁❁❁

وہ جب چھٹی کے بعد اسکول سے باہر نکلا تو اسے پتہ چلا کہ بس تو نکل چکی ہے۔ یہ اس کے ساتھ پہلی دفعہ ہوا تھا ورنہ آج سے پہلے کچھ دیر ہو جانے پر بھی اس کا انتظار کیا جاتا تھا، خیر اب اسے گاؤں پیدل جانا تھا۔ اسکول سے اس کا گھر تقریباً پانچ چھ کلو میٹر دور تھا۔ گاؤں کی طرف جانے والی گاڑیاں بھی نکل چکی تھیں۔ وہ ابھی بمشکل دو کلو میٹر ہی چلا تھا کہ اس کے اعصاب جواب دینے لگے لیکن اس کو چلنا تھا ابھی وہ کچھ اور آگے بڑھا کہ اسے پیچھے سے کسی گاڑی کی آواز سنائی دی۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا وہ ایک بڑی کار تھی جو غلام رسول کے پاس آ کر رک گئی، ڈرائیور نے کھڑکی کا شیشہ گرایا اور سر باہر نکال کر بولا۔

''بیٹا! ہم سامنے گاؤں کی طرف جا رہے ہیں، اگر چلنا چاہتے ہو تو آجاؤ!''

غلام رسول نے آج سے پہلے کسی سے کار کی لفٹ نہیں لی تھی، وہ سوچ میں پڑ گیا کہ بیٹھے نہ بیٹھے، سفر بھی طویل ہے اور وہ تھک بھی چکا ہے۔

''بیٹا! ہمیں ذرا جلدی پہنچنا ہے اگر آپ آنا چاہتے ہو تو آجاؤ! ہم تمہیں چھوڑ دیں گے''

اس بار اس نے غلام رسول کے لیے گاڑی کا دروازہ بھی کھول دیا۔

غلام رسول چاہتے ہوئے بھی ہاں نہ کر سکا اور پیدا چلنے لگا، کار والا بھی تیز رفتاری سے آگے بڑھ گیا۔

''کتنا اچھا انسان تھا، احساس کرنے والا، مجھے اس کا دل نہیں دکھانا چاہیے تھا، کم از کم دل رکھنے کے لیے ہی بیٹھ جاتا، اب مجھے تھکن کے باوجود پیدل چلنا پڑے گا، ابھی وہ ان ہی سوچوں کے سیلاب میں غوطہ زن تھا کہ اسے وہی کار تیز رفتاری سے واپس آتے دکھائی دی۔ اسے یہ

سب کچھ عجیب سا لگا۔ کار عین غلام رسول کے پاس آ کر رک گئی، اندر سے دو نقاب پوش آدمی نکلے اور سرعت سے ایک رومال اس کی ناک پر رکھ دیا۔ چند لمحے غلام رسول کا سر چکرایا اور پھر اس کے ہوش وحواس مفلوج ہو گئے۔

❁❁❁

جب اسے ہوش آیا تو وہ کار کی کشادہ ڈگی میں پڑا تھا اس کا سر اب بھی چکرا رہا تھا۔ چند منٹ اس پر غنودگی طاری رہی پھر وہ گاہے گاہے کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوا اور پھر اسے سب کچھ یاد آنے لگا۔

یہ ضرور ان قادیانیوں کی سازش ہے، جب میں ان کی راہ کی دیوار بنا تو انہوں نے مجھے ہٹا دینے کا سوچا، اب ضرور مجھے مار ڈالا جائے گا، مجھے اپنی جان کی تو پروا نہیں اس پاک مقصد میں اگر جاں کٹ جائے شہید ہو جاؤں گا اور شہید تو زندہ ہوتے ہیں، ہاں اگر کوئی مردہ سمجھتے تو وہ خود پاگل ہے۔ پر مجھے ان کی سازش کو ناکام بنانا ہوگا، مسلمانوں کے ایمان کو بچانا ہوگا۔ ہاں مجھے زندہ رہنا ہوگا۔ اب وہ یہاں سے بچ نکلنے کی ترکیب سوچ رہا تھا، اسے اچانک کچھ یاد آیا، اس نے کہیں پڑھا تھا کہ کار کی ڈگی میں کسی بھی ناخوش گوار صورت حال سے نبٹنے کے لیے ایک سیفٹی ہینڈل ہوتا ہے جس کے استعمال سے ڈگی کھل جاتی ہے۔

اب وہ ہینڈل کو ڈھونڈ رہا تھا پھر اچانک وہ ہینڈل کو ناکارہ پا کر مایوس ہو گیا۔ یک لخت اس کی توجہ پچھلی لائیٹ کی طرف گئی اس کے ذہن میں اب یہی آخری حال تھا کار برق رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی، اس نے اپنے ہاتھوں سے لائٹوں کے اندرونی حصے کو ضرب لگانا شروع کر دی، دس بارہ پرزور ضربوں کے بعد لائیٹ ٹوٹ کر باہر گر گئی تھی۔ اب اس کی جگہ ایک کشادہ سوراخ تھا جس میں اپنا بازو ڈال کر غلام رسول نے باہر کے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا۔

وہ اپنا ہاتھ مسلسل ہلا رہا تھا تھوڑی دیر میں کار نے اچانک زبردست بریک مارا اور پھر مزید کئی گاڑیوں کے ٹائر اچانک بریک لگنے سے چیخے۔ رفتہ رفتہ لوگوں کا شور بڑھنے لگا۔ ایک جھٹکے میں کار کی ڈگی کھلی اور لوگوں نے غلام رسول کو باہر نکال لیا۔ اس نے دیکھا کہ باہر لوگوں کا ہی ہجوم ہے اور تینوں اغوا کار ان کے نرغے میں ہیں، روڑ پر ایک بڑے ٹرک نے راستہ بند کر رکھا ہے، ٹرک کا ڈرائیور ہاتھ دیکھ کر سمجھ گیا اور آگے آ کر راستہ بند کر دیا۔

کسی نے ۱۵ کو کال کی اور چند منٹ میں پولیس وہاں پہنچ چکی تھی۔ غلام رسول نے انہیں اغوا کا پورا واقعہ بتایا، پولیس والوں نے کار تحویل میں لی اور اغوا کاروں کو موبائل میں بٹھا کر تھانے لے گئے۔ دو مسلح پولیس اہلکار غلام رسول کو موٹر سائیکل پر بٹھا کر بحفاظت اس کے گھر چھوڑ گئے۔

❁❁❁

غلام رسول جب گھر پہنچا، سورج ڈھل چکا تھا، اس کے گھر والے بے حد پریشان تھے گاؤں کے کئی افراد ان کی اوطاق میں جمع تھے گاؤں کی تمام مساجد میں غلام رسول کی گمشدگی کا اعلان بھی کیا جا رہا تھا۔

غلام رسول کے والد اس کے گلے لگے اور کافی دیر تک روتے رہے، ماں نے اپنے لخت جگر کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ بھائی بہن اپنے فخر اور سہارے کو زندہ پا کر پھولے نہ سمائے، پھر غلام رسول نے سب کو اپنے اغوا کا تفصیل سے واقعہ سنایا۔

عبدالحکیم غلام رسول کو لے کر زمیندار مصطفی خان کے پاس پہنچا اور ساری صورت حال سے آگاہ کیا، اس نے وعدہ کیا کہ وہ اس مسئلہ میں ہر قسم کی مدد کرے گا، پھر وہ دونوں ''خادمین خاتم النبیین'' کے متعلقہ صدر ''محمد حسین صدیقی'' کے پاس پہنچے اور غلام رسول نے اسے اپنے خواب سے لے کر اب تک کا سارا واقعہ من وعن سنایا۔

محمد حسین صدیقی کو قادیانیوں کی اس مذموم کارستانی پر بڑا تعجب ہوا اور کہا کہ غلام رسول کو متواتر نظر آنے والا خواب دراصل حقیقت ہے۔ امت محمدیہ ﷺ روز بروز نئے نئے فتنوں اور آزمائشوں میں گھرتی جارہی ہے ہم نے پہلے سنا تھا کہ یہودی اور عیسائی پوشیدہ طور پر اسلام کی مکمل تعلیم حاصل کر کے مسلم دنیا کے بڑے بڑے مدارس سے سند حاصل کرتے ہیں اور مسلمان ملکوں میں شر اور گمراہی پھیلاتے ہیں۔ اب اس سازش میں قادیانی بھی پیچھے نہیں رہے۔ ان کا پوشیدہ طور پر ایک مضبوط نیٹ ورک چلا رہا ہے جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے نئے نئے ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے۔

ادھر پولیس تھانے میں ڈی ایس پی کا پریشر بڑھ رہا تھا جسے زمیندار مصطفی خان نے اس کیس کی پیروی کرنے کے لیے کال کی تھی کافی مارکٹائی کے بعد اغوا کاروں نے سچ سچ بولنے کی ہامی بھر لی۔ انہوں نے بتایا کہ وہ غلام رسول کو کہیں دور کسی ویرانے میں لے جا کر قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اور اس کام کے لیے جس شخص نے ہمیں خریدا، ہم اس کا نام نہیں جانتے البتہ اس کے ساتھ ہماری کئی مرتبہ ملاقات ہو چکی ہے، وہ ہمارے ذریعے اب تک سیکڑوں لوگوں کا خون کروا چکا ہے۔

پھر اغوا کاروں کے بتائے گئے حلیے پر اس شخص کا اسکیچ بنوا کر غلام رسول کے والد سے رابطہ کیا گیا۔ عبدالحکیم اپنے بیٹے غلام رسول اور محمد حسین صدیقی کو لے کر تھانے پہنچے، جہاں غلام رسول نے اس کو پہچاننا تھا اس کا خیال تھا کہ اسکیچ ضرور اسلامیات کے ٹیچر کا ہوگا مگر وہاں پہنچ کر اسے ایک زبردست جھٹکا لگا کیونکہ اسکیچ میں نظر آنے والا شخص کوئی اور نہیں اسی کے اسکول کا پرنسپل تھا۔

وہ سب سمجھ گئے کہ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے، پورا اسکول ہی قادیانیوں کے زیر انتظام ایک خاص مشن پر تھا اور وہ مشن مسلمان بچوں کا ایمان لوٹنے کا تھا۔ وہ بچوں کی برین واشنگ کر کے پوری نسل ہی کو اپنا ہم خیال بنانا چاہتے تھے۔ پولیس کی بھاری نفری اسکول پہنچی ادھر جا کر معلوم ہوا کہ اسکول کا پورا اسٹاف فوری طور پر ملک سے فرار ہو چکا ہے آفس میں موجود تمام کاغذات کو خاکستر کر دیا گیا تھا۔

یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیلی اور پورے ملک میں زبان زد عام ہوگئی۔ ہر شخص نبی آخر زماں ﷺ کی محبت میں سرشار کھڑا تھا۔ بلاتفریق و امتیاز ہر مذہبی اور

سیاسی جماعت اپنے اپنے نظریاتی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر ایک سائے تلے جمع تھی۔ اس موقع پر ''خادمین خاتم النبیین ﷺ'' کے صدر اعلیٰ نے عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''یہ ہمارا فروعی اور سیاسی مسئلہ نہیں جس پر نرم گوشہ اختیار کیا جائے، یہ ہمارے نبی محمد ﷺ کی نبوت والی چادر کا مسئلہ ہے اور ہم اس معاملے میں کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

مت سمجھو کہ یہ ایک سازش تھی جو کہ ناکام ہوگئی، ہمارا دشمن پڑا شاطر اور چالاک ہے وہ اسلامی حلیے میں ہمارے بچوں اور سادہ لوح مسلمانوں کو اپنا حدف بناتا ہے اور جب کوئی ان کے ناپاک عزائم کو جان جائے تو اسے قتل کروا دیا جاتا ہے۔

مت سمجھو کہ یہ ایک سازش تھی جو کہ ناکام ہوگئی، ہمارا دشمن پڑا شاطر اور چالاک ہے وہ اسلامی حلیے میں ہمارے بچوں اور سادہ لوح مسلمانوں کو اپنا حدف بناتا ہے اور جب کوئی ان کے ناپاک عزائم کو جان جائے تو اسے قتل کروا دیا جاتا ہے۔

یہ ایک اسکول نہیں تھا جو بند ہوگیا، مزید ان گنت اسکول مستقبل میں کھل سکتے ہیں۔ یہ قادیانی قوم وملت کے غدار ہیں ان سے کبھی بھلائی اور خیر کی توقع نہیں رکھی جاسکتی۔ یہ ڈاکو ہمیں لالچ کی لولی پاپ چُسا کہ بڑی صفائی سے ہمارا ایمان چھین لیتے ہیں اور ہمیں خبر تک نہیں ہوتی۔

مگر محمد مصطفی ﷺ کے پروانے ان کی ہر ناپاک کوشش کو پیروں تلے روند کر ''سعیٔ رائیگاں'' بنادیں گے۔ اللہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں ہماری جان ہے اگر اس دنیا کا بدترین کافر قادیانی چاند پر بھی پہنچ جائے تو غلامانِ مصطفی ﷺ وہاں بھی ان کا پیچھا کریں گے۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم گاؤں ہو یا شہر، اسکول ہو یا مدرسہ، مسجد ہو یا اوطاق، ہر جگہ ان کے ناپاک عقیدوں سے لوگوں بالخصوص بچوں کو آگاہ کریں، ان کو ختم نبوت کا مسئلہ سمجھائیں، بچپن سے ہی اس حوالے سے ان کی ذہنی آبیاری کرنا شروع کردیں، اگر ہم اپنی اس ذمہ داری کو سمجھیں گے تبھی ہم قائم و دائم رہ پائیں گے ورنہ یہ ایمان کے ڈاکو، ہمارا سب سے قیمتی متاع ''ایمان'' ہم سے چھین کر ہمیں دنیا و آخرت میں تباہ و برباد کردیں گے۔

پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی

کوپن برائے ''وہ کون تھا؟''

نام: .....

ولدیت: .....

مکمل ایڈریس: .....

تعلیم: .....

جواب: .....

ہدایات: (انعام بذریعہ قرعہ اندازی دیا جائے گا اور ایک کوپن ایک ہی ساتھی کی طرف سے قبول کیا جائے گا اور جواب بغیر کوپن کے قبول نہیں کیا جائے گا)

دانیال حسن چغتائی

بنت عمر حفصہ رضی اللہ عنہا

آج جمعہ ہے اور سب بچے نانی اماں کے پاس مقررہ وقت کے پاس جمع ہو چکے ہیں۔ابتدائی سلام و کلمات کے بعد نانی اماں نے پوچھا۔

''ہاں بھئی بچو! امید ہے تمہیں پچھلی نشست کا اختتام یاد ہوگا۔اس میں ہم نے ام امومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں جانا تھا اور آج ہم ام المومنین حضرت حفصہؓ کے بارے میں جانیں گے۔''

سب بچوں نے پر جوش ہو کر جواب دیا۔

''جی ہاں ہم تیار ہیں۔''

تو نانی اماں نے بولنا شروع کیا۔

''تو سنو! سیدہ حفصہ بنت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں۔آپ کو بھی اُم المومنین کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔آپ بعثت نبوی سے 5 سال قبل پیدا ہوئیں۔

نائلہ! تم ہمیں سیدہ حفصہؓ کے نام ونسب کے بارے میں بتاؤ؟''

نائلہ بولی۔

''آپ کا نام حفصہ تھا اور آپ حضرت عمر فاروق کی صاحبزادی تھیں۔آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔

حفصہ بنت عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن رباع بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن لوی بن فہر بن مالک۔

والدہ کا نام زینب بنت مظعون تھا، جو مشہور صحابی عثمان بن مظعون کی ہمشیرہ تھیں اور خود بھی صحابیہ تھیں۔

حضرت حفصہ اور عبد اللہ بن عمر حقیقی بھائی بہن ہیں۔ آپ بعثت نبوی سے پانچ سال قبل اس وقت پیدا ہوئیں، جب قریش خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ آپ کا پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سے ہوا۔ جو خاندان بنوسہم سے تھے۔ ماں باپ اور شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔"

"عائشہ! یہ بتاؤ کیا حضرت حفصہ نے ہجرت بھی کی؟"

"جی ہاں! شوہر کے ساتھ مدینہ ہجرت کی، غزوہ بدر میں خنیس نے زخم کھائے اور واپس آ کر انہی زخموں کی وجہ سے شہادت پائی، عدت کے بعد حضرت عمر کو حفصہ کے نکاح کی فکر ہوئی، اسی زمانہ میں رقیہ بنت محمد کا انتقال ہو چکا تھا، اسی بنا پر حضرت عمر سب سے پہلے حضرت عثمان غنی سے ملے اور ان سے حفصہ کے نکاح کی خواہش ظاہر کی، انہوں نے کہا میں اس پر غور کروں گا، چند دنوں کے بعد ملاقات ہوئی، تو انہوں نے صاف انکار کیا۔

حضرت عمر نے مایوس ہو کر حضرت ابو بکر صدیق سے ذکر کیا انہوں نے خاموشی اختیار کی، حضرت عمر کو ان کی بے التفاتی سے رنج ہوا، اس کے بعد خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ سے نکاح کی خواہش کی، نکاح ہو گیا تو ابو بکر، عمر سے ملے اور کہا کہ جب تم نے مجھ سے حفصہ کے نکاح کی خواہش ظاہر کی اور میں خاموش رہا، تو تم کو ناگوار گزرا، لیکن میں نے اسی بنا پر کچھ جواب نہیں دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر کیا تھا اور میں ان کا راز فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے نکاح کا قصد نہ ہوتا تو میں اس کے لیے آمادہ تھا۔"

"حسان! تم ہمیں حضرت حفصہ کے علمی کمالات بتاؤ؟"

"حضرت حفصہ سے معنوی یادگاریں بہت سی ہیں اور وہ ہیں عبد اللہ بن عمر، حمزہ (بن عبد اللہ)، صفیہ بنت ابو عبید (زوجہ عبد اللہ)، حارثہ بن وہب، مطلب ابی وادعہ، ام مبشر انصاریہ، عبد اللہ بن صفوان بن امیہ، عبد الرحمن بن حارث بن ہشام، حضرت حفصہ سے ساٹھ حدیثیں منقول ہیں، جو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ سے سنی تھیں۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اصحاب بدر و حدیبیہ جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔ حفصہ نے اعتراض کیا کہ خدا تو فرماتا ہے۔

"تم میں سے ہر شخص وارد جہنم ہوگا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"ہاں لیکن یہ بھی تو ہے۔

پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس پر زانوؤں پر گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔"

اسی شوق کا اثر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تعلیم کی فکر رہتی تھی۔"

"تحریم!!! ذرا یہ بتائیں کہ حضرت حفصہ کے اخلاق کیسے تھے؟"

"حضرت حفصہ صائم النہار اور قائم اللیل تھیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ انتقال کے وقت تک صائم رہیں۔ اختلاف سے سخت نفرت کرتی تھیں۔

جنگ صفین کے بعد جب تحکیم کا واقعہ پیش آیا تو ان کے بھائی عبد اللہ بن عمر اس کو فتنہ سمجھ کر خانہ نشین رہنا چاہتے تھے، لیکن حفصہ نے کہا کہ گو اس شرکت میں تمہارا کوئی فائدہ نہیں، تاہم تمہیں شریک رہنا چاہیے، کیونکہ لوگوں کو تمہاری رائے کا انتظار ہوگا اور ممکن ہے کہ تمہاری عزلت گزینی ان میں اختلاف پیدا کر دے۔

دجال سے بہت ڈرتی تھیں، مدینہ میں ابن صیاد نامی ایک شخص تھا، دجال کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو علامتیں بتائی تھیں، اس میں بہت سی موجود تھیں، اس سے اور عبداللہ بن عمر سے ایک دن راہ میں ملاقات ہوگئی، انہوں نے اس کو بہت سخت سست کہا، اس پر وہ اس قدر پھولا کہ راستہ بند ہوگیا، ابن عمر نے اس کو مارنا شروع کیا حفصہ کو خبر ہوئی تو بولیں، تم کو اس سے کیا غرض، تمہیں معلوم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کے خروج کا محرک اس کا غصہ ہوگا۔

حضرت حفصہ کے مزاج میں ذرا تیزی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کبھی دو بدو گفتگو کرتیں اور برابر کا جواب دیتی تھیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر فاروق سے منقول ہے کہ ''ہم لوگ جاہلیت میں عورت کو ذرہ برابر بھی وقعت نہ دیتے تھے، اسلام نے ان کو درجہ دیا اور قرآن میں ان کے متعلق آیتیں اتریں، تو ان کی قدر و منزلت معلوم ہوئی''

ایک دن میری بیوی نے کسی معاملہ میں مجھ کو رائے دی، میں نے کہا، تم کو رائے و مشورہ سے کیا واسطہ۔ بولیں، ابن خطاب تم کو ذرا سی بات کی بھی برداشت نہیں حالانکہ تمہاری بیٹی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو برابر کا جواب دیتی ہے، یہاں تک کہ آپ دن بھر رنجیدہ رہتے ہیں، میں اٹھا اور حفصہ کے پاس آیا، میں نے کہا بیٹی میں نے سنا ہے تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر کا جواب دیتی ہو'' بولیں ہاں ہم ایسا کرتے ہیں'' میں نے کہا خبردار میں تمہیں عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں۔

ایک دفعہ کئی دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم زینب کے پاس معمول سے زیادہ بیٹھے، جس کی وجہ یہ تھی کہ زینب کے پاس کہیں سے شہد آ گیا تھا، انہوں نے آپ کو پیش کیا آپ کو شہد بہت مرغوب تھا۔ آپ ﷺ نے نوش فرمایا، اس میں وقت مقررہ سے دیر ہوگئی، عائشہ کو رشک ہوا حفصہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے اور تمہارے گھر میں آئیں تو کہنا کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے، (مغافیر کے پھولوں سے شہد کی مکھیاں رس چوستی ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھالی کہ میں شہد نہ کھاؤں گا۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت اتری ''اے پیغمبر اپنی بیویوں کی خوشی کے لیے تم خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کیوں کرتے ہو؟''

''عفان!!! یہ بتائیں حضرت حفصہؓ کی وفات کب ہوئی؟''

''حضرت حفصہؓ نے شعبان سن 45 ہجری میں مدینہ میں انتقال کیا، یہ حضرت مُعاویہ کی ملوکیت کا زمانہ تھا۔ مروان نے جو اس وقت مدینہ کا گورنر تھا، نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک جنازہ کو کندھا دیا، اس کے بعد ابو ہریرہ جنازہ کو قبر تک لے گئے، ان کے بھائی عبداللہ بن عمر اور ان کے لڑکوں عاصم، سالم، عبداللہ اور حمزہ نے قبر میں اتارا۔

حضرت حفصہ نے وفات کے وقت عبداللہ بن عمر کو بلا کر وصیت کی اور غابہ میں جو جائداد تھی جسے عمر ان کی نگرانی میں دے گئے تھے، اس کو صدقہ کر کے وقف کر دیا۔ اللہ ان پر رحمت فرمائے۔ آمین

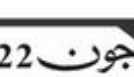

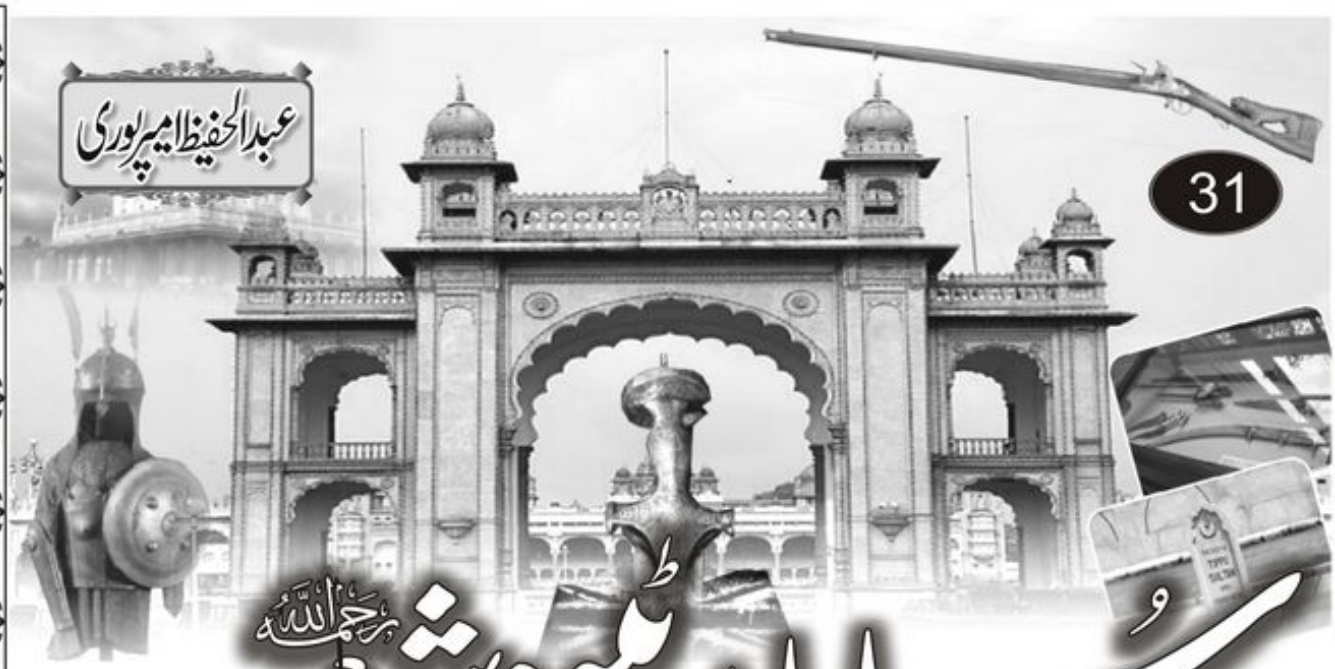

عبدالحفیظ امیرپوری

31

سلطان ٹیپو شہید رحمۃ اللہ

''ہم جارہے ہیں شہزادے! جب بادشاہ ہوجاؤ تو اپنا وعدہ پورا کردینا۔ بھول گئے تو ہمیں بھی مالک سے ندامت ہوگی اور تم بھی زندگی بھر شرمسار رہو گے۔''

''آپ کہاں جارہے ہیں بابا!؟'' ٹیپو نے بصد احترام عرض کیا۔

''کچھ دن ٹھہر جائیے۔ میں آپ کی موجودگی ہی میں اس کارِعظیم کا آغاز کیے دیتا ہوں۔''

''بہت دور جانا ہے۔ ٹھہرنا چاہیں بھی تو نہیں ٹھہر سکتے۔'' عبدالرحمان شاہ بڑے عجیب سے لہجے میں بول رہے تھے۔

''اور پھر تم نے ابھی تخت بھی تو نہیں سجایا ہے۔ تاج بھی تو نہیں پہنا ہے۔

اگر تم بادشاہ بن جاتے تو ہم بھی کچھ دن کی رخصت لے لیتے۔ نہیں شہزادے ہمیں جانا ہی ہوگا۔''

''پھر کب واپس آئیں گے؟''

ٹیپو نے افسردہ لہجے میں کہا۔

''ہمیں تو ایک پل، ایک ساعت پر اختیار نہیں، پھر اتنے طویل سفر اور واپسی کے بارے میں کیسے بتائیں؟''

عبدالرحمن شاہ کی گفتگو سے ظاہر ہورہا تھا کہ وہ جلد از جلد کسی نامعلوم مقام کی طرف چلے جانا چاہتے ہیں۔

جب ٹیپو سلطان کو یقین ہوگیا کہ عبدالرحمن شاہ کسی قیمت پر اپنا سفر ملتوی نہیں کرسکتے تو اس نے اپنی والدہ فاطمہ بیگم کے حوالے سے عرض کیا۔

''اگر آپ ایک دن محل میں قیام فرمالیتے تو ہم سب

کے لئے بڑی سعادت ہوتی۔"

"تمہیں تمہارا وعدہ یاد دلانے چلے آئے تھے۔ ورنہ کوچہ گردوں کو محل سے کیا نسبت؟" بابا عبدالرحمن شاہ بڑے والہانہ انداز میں مسکرانے لگے۔ ان کے تبسم میں طنز و تضحیک کا شائبہ نہ تھا۔

"آج کل نواب بہادر بہت پریشان ہیں۔" آخر ٹیپو نے عبدالرحمن شاہ کی خدمت میں ایک اور دعا کی درخواست پیش کر دی۔

"نواب کو کیا ہو گیا؟ وہ تو بڑے حوصلے کا انسان ہے۔ چٹانوں کی مانند۔ فولاد و آہن کی طرح۔" عبدالرحمن شاہ نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"ایک تو کریم شاہ کی بیماری، دوسرے حیدر نگر پر مرہٹوں کا قبضہ۔"

ٹیپو نے والئی میسور کی اُلجھنیں بیان کیں۔

"وہ بڑا فقیر دوست انسان ہے۔ اللہ اس کی ساری مشکلیں آسان کرے گا۔" عبدالرحمن شاہ نے والئی میسور کو غائبانہ دعا دیتے ہوئے کہا۔

فاطمہ بیگم نے اپنے خط کے آخر میں تحریر کیا تھا۔

"جب ٹیپو اور شجاعت خان واپس آئے تو کریم شاہ کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ آپ کا فرزند اس طرح شگفتہ و شاداب نظر آ رہا تھا جیسے کوئی بیماری اسے چھو کر بھی نہ گزری ہو۔ میں نے بابا عبدالرحمن شاہ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے دوبارہ ان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی مگر ٹیپو کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ سرنگا پٹم سے جا چکے ہیں۔

مرہٹوں کی فوج نے جون کے اوائل میں حیدر نگر پر قبضہ کیا تھا۔ ہندوستان میں یہ زمانہ سخت گرمی اور لو کا ہوتا ہے۔ مرہٹے اس موسم کو تو برداشت کر گئے مگر جب برسات شروع ہوئی تو وہ کچھ پریشان سے نظر آنے لگے۔ انہوں نے جولائی اور اگست کے مہینے تو کسی نہ کسی طرح گزار دیئے لیکن جب ستمبر کے مہینے کا آغاز ہوا تو اچانک اس قدر پانی برسا کہ جیسے آسمان کے دہانے کھل گئے ہوں۔

مقامی ہندوؤں نے مرہٹہ سالار کو یقین دلایا تھا کہ حیدر نگر میں ہمیشہ اوسط درجہ کی بارش ہوتی ہے۔ نہ سوکھا پڑتا ہے اور نہ سیلاب آتے ہیں۔ اسی بنیاد پر مرہٹوں نے حیدر نگر میں مستقل قیام کا منصوبہ بنایا تھا۔

مگر جب یکا یک موسم بدل گیا اور بارش کی کثرت سے ہر طرف ہیضے کی وبا پھوٹ پڑی تو مرہٹہ لشکر شدید بدحواسی کے عالم میں پونہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب حیدر علی کے جاسوسوں نے اسے اطلاع دی کہ مرہٹے واپس جانے کے لیے اپنے خیمے اکھاڑ رہے ہیں تو والئی میسور نے آسمان کی طرف دیکھا۔

اور حیدر علی کی آنکھوں سے شکرگزاری کے طور پر آنسوؤں کی بارش ہو رہی تھی۔

جب آخری مرہٹہ بھی حیدر نگر سے نکل گیا تو والئی میسور حیدر نگر کا نظم و نسق بحال کرنے کے بعد چند روز کے لیے سرنگا پٹم آیا۔ کریم شاہ کا جشن صحت منایا اور ٹیپو سلطان کو اپنے ہمراہ لے کر واپس چلا گیا۔

❁❁❁❁

سرنگا پٹم میں کچھ دن قیام کرنے کے بعد والئی میسور حیدر نگر پہنچا اور کچھ دن بعد اس نے چتلدرگ پر حملہ

کر دیا۔ مضافات کا علاقہ آسانی سے فتح ہوگیا مگر پانچ مہینے کے طویل محاصرے کے باوجود قلعہ فتح نہ ہوسکا۔

آخر حیدر علی محاصرہ اٹھا کر چتلدرگ سے ریاست شاہ نور کی طرف بڑھا۔

نواب عبدالحکیم خان، شاہ نور کا حاکم تھا۔ جب مرہٹوں نے حیدر نگر پر چڑھائی کی تھی تو نواب عبدالحکیم نے بھی ایک فوجی دستہ مرہٹوں کی مدد کے لیے روانہ کیا تھا۔

حیدر علی کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے ایک قاصد کے ذریعے شاہ نور کے حاکم کو پیغام بھیجا تھا۔

''ایک مسلمان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ مصیبت کے وقت اپنے بھائی کا ساتھ چھوڑ کر کافروں کے ساتھ تعاون کرے۔

اگر تم میری حمایت نہیں کر سکتے تو خاموش بیٹھے رہو۔''

نواب عبدالحکیم خان نے والئی میسور کے خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

''انقلاب کے تیوروں اور موسم کے اشاروں کو پہچاننا ہی سیاست ہے اور سیاست میں نہ کوئی رشتہ ہوتا ہے اور نہ کوئی عقیدہ۔

اگر تم مجھے پیشوا مادھوراؤ سے زیادہ دے سکتے ہو تو معاملات طے کرلو۔ ورنہ جو کچھ ہو رہا ہے ہونے دو۔''

والئی میسور نے نواب عبدالحکیم کو دوسرا پیغام بھیجا مگر یہ پیغام پہلے پیغام سے بہت مختلف تھا۔

''عبدالحکیم خان! میرا برا وقت تو بہر حال گزر جائے گا مگر یاد رکھ کہ تیرے گھر سے سے بھی ایک دن موج خوں ضرور گزرے گی۔''

پھر جب مرہٹے ناکام و نامراد واپس چلے گئے تو حیدر علی نے نواب عبدالحکیم خان سے انتقام لینے کے لیے ایک سپہ سالار بیبت جنگ کو دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ شاہ نور کی طرف روانہ کیا اور پھر خود بھی ایک طاقتور فوج لے کر آگے بڑھا۔ اس جنگی مہم میں ٹیپو سلطان بھی اپنے والد کے ہمراہ تھا۔ اس جنگ میں حیدر علی کی حکمت عملی بڑی عجیب تھی۔ والئی میسور نے پنڈاروں کو حکم دیا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر شاہ نور کے سپاہیوں سے نبرد آزما ہو جائیں۔

پھر جب نواب عبدالحکیم کی فوج مقابل آئے تو اس طرح پیچھے ہٹیں کہ جیسے میدان جنگ سے فرار ہو رہے ہیں۔ پنڈاروں نے ایسا ہی کیا۔ نواب عبدالحکیم کی فوج فتح کے نشے سے سرشار پنڈاروں کے تعاقب میں آگے بڑھی۔

پنڈاروں نے حیدر علی کے منصوبے کے مطابق وہ راستہ اختیار کیا جہاں ایک کمین گاہ میں والئی میسور کی فوج موجود تھی۔

پھر جیسے نواب عبدالحکیم کی فوج ہدف پر آئی، حیدر کے جاں نثار کمین گاہ سے نکل کر شہبازوں کی طرح جھپٹے۔ تھوڑی ہی دیر میں نواب عبدالحکیم کے فوجی دستہ لقمۂ اجل بن گیا اور شاہ نور کے سپاہی چڑیوں کا غول ثابت ہوئے۔ نواب عبدالحکیم خان نے یہ خبر سنی تو فرار ہو کر قلعہ بند ہوگیا۔

قلعہ کا محاصرہ کئی ماہ تک جاری رہا۔ آخر نواب عبدالحکیم نے والئی میسور کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے۔ شاہ نور کے حاکم نے حیدر علی کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ وہ اپنی ماضی کی حرکت پر نادم بھی ہے اور معافی کا طلب گار بھی۔

والئی میسور کا مقصد حاصل ہو چکا تھا۔ اس نے ایک کروڑ روپیہ نقد اور چند مضافاتی علاقوں کے عوض عبدالحکیم خان کو معاف کر دیا۔

شاہ نور کے بعد حیدر علی کے ایک سپہ سالار، مرزا حسین علی بیگ نے بسواری ورگ فتح کر لیا۔

وہاں کے راجہ نے نواب حیدر کی خدمت میں یاقوت ومروارید اور جڑاؤ زیورات سے بھرے ہوئے بیس صندوق بطور نذر پیش کئے۔

❁❁❁❁

جب حیدر علی ملابار اور شاہ نور جیسے اہم علاقوں پر قابض ہوگیا تو پیشوائے پونا کو ایک مسلم طاقت کا اُبھرنا بہت شاق گزرا۔ نتیجتاً مادھوراؤ، حیدر علی سے نجات حاصل کرنے کے لیے ایک لشکر جرار لے کر میسور کی طرف بڑھا۔ مادھو راؤ ایک لاکھ سواروں، ساٹھ ہزار پیادوں اور پچاس ہزار تیراندازوں کی قیادت کر رہا تھا۔

پونا سے روانہ ہوتے وقت پیشوائے مادھوراؤ نے شیواجی کے مجسمے کے سامنے خم ہو کر عہد کیا تھا کہ وہ اس وقت تک واپس نہیں آئے گا، جب تک حیدر علی کے اقتدار کو خاک میں نہیں ملا دے گا۔

یہ حیدر علی کے اقتدار کے لیے بڑا سنگین خطرہ تھا۔ پیشوائے پونا، مادھوراؤ ایک طویل عرصے سے علاقائی سیاست کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ اس کے نزدیک حیدر علی ایک عام سا حکمران تھا جس کی فوجی طاقت علاقے کے لیے کوئی مسئلہ پیدا نہیں کر سکتی تھی۔

مگر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا مادھوراؤ بھی اپنی سوچ میں تبدیلی پیدا کرتا رہا۔ اس نے کئی بار مختلف بہانوں سے میسور پر لشکر کشی کی کوشش کی۔ مگر حیدر علی نے بڑی ذہانت سے پیشوائے مادوراؤ کے اس منصوبے کو ناکام بنا دیا اور اس متعصب مرہٹے کو صرف پونا تک محدود رکھا۔

ایک بار حیدر علی کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مرہٹے "حیدر نگر" پر قابض بھی ہو گئے تھے لیکن خوفناک بارشوں اور وبائی بیماریوں نے انہیں پونا واپسی پر مجبور کر دیا تھا۔

پھر جب آنا فانا والئی میسور کی فتوحات میں اضافہ ہونے لگا اور ملابار کے علاوہ شاہ نور کا علاقہ بھی حیدر علی کے زیر نگیں آگیا تو مادھوراؤ اس طرح گھبرا کر اٹھا جیسے کوئی شخص بھیانک خواب دیکھتے دیکھتے اچانک جاگ اٹھتا ہے۔ اب پیشوائے پونا کو اندازہ ہوا کہ حیدر علی سیاست کا آتش فشاں ہے۔

جس کی طاقت کا لاوا زیرزمین مسلسل پک رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ پھٹ کر پورے علاقے زیر زبر کر دے، اس کی موجودہ شدت کو کم کرنا ضروری ہے۔

یہی سوچ کر مادھو راؤ نے ریاست میسور کی مکمل تباہی کا منصوبہ ترتیب دیا تھا۔

پیشوا کے جزبات کی شدت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ مادھوراؤ نے اپنی تمام عسکری طاقت اس جنگ میں جھونک دی تھی۔

پونا کی ذاتی اور باقاعدہ فوج دو لاکھ دس ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ قدیم ہتھیاروں کے ذخیرے کے ساتھ مادھوراؤ کے پاس ایک بڑا توپ خانہ بھی تھا۔

پونا سے روانگی کے وقت پنڈاروں کی بے قاعدہ فوج بھی اس کے ساتھ ہوگئی تھی۔

مختصراً مادھوراؤ کی فوجی طاقت اور نواب حیدر علی کی عسکری قوت میں بظاہر کوئی توازن نہیں تھا۔اس لیے پیشوائے پونا قبل از وقت ہی فتح کے نشے سے سرشار کسی مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

شاہ نور کے حاکم نواب عبدالحکیم خان نے ایک بار پھر حیدر علی سے کیے ہوئے تمام عہد و پیمان توڑ ڈالے۔وہ ایک دنیادار اور انتہائی خود غرض انسان تھا۔ملت اسلامیہ سے زیادہ اسے ذاتی مفاد عزیز تھا اور اسی لیے وہ ہندوؤں سے ساز باز کر کے ایک لائق اور ذہین مسلم حکمراں کو تباہ برباد دیکھنا چاہتا تھا۔

جیسے ہی نواب عبدالحکیم خان کو مادھوراؤ کی پیش قدمی کی اطلاع ملی، اس نے اپنے قاصد کے ذریعے پیشوائے پونا کو پیغام بھیجا۔

''حسب سابق میرے تمام تر وسائل آپ کے لیے حاضر ہیں۔میں تو بس حیدر علی کو ذلیل و رسوا دیکھنا چاہتا ہوں۔''

مادھوراؤ کو اور کیا چاہیے تھا۔مسلمان، مسلمان کے خلاف تلوار کھینچ رہا تھا۔پیشوائے پونا نے اختلاف کی اس آگ کو اور ہوا دے دی۔

''ہم تمہاری سعادت مندی اور وفاداری سے بہت خوش ہیں۔عنقریب تم حیدر علی کو ایک شکست خوردہ انسان کی حیثیت سے ساری دنیا کے سامنے رسوا ہوتے دیکھو گے۔''

پھر جب مادھوراؤ، شاہ نور کے گرد و نواح میں پہنچا تو نواب عبدالحکیم خان نے اپنا ایک بہترین فوجی دستہ اس کے حوالے کر دیا۔چتلدرک کا راجہ بھی ایک بار حیدر علی سے شکست کھا چکا تھا۔اس لیے وہ بھی اپنی شکست کا انتقام لینے کے لیے پیشوائے پونا کے آگے سجدہ ریز ہوگیا۔ان دونوں حلیفوں کے تعاون نے مادھوراؤ کی فوجی طاقت میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔

پیشوائے پونا اپنی جنگی حکمت عملی کے سب سے پہلے ''سرا'' کے علاقے پر حملہ آور ہوا۔یہاں کا منتظم میر علی رضا خان تھا۔حیدر علی کے اس معتمد سپہ سالار کو مادھوراؤ کی بے پناہ فوجی طاقت کا اندازہ تھا مگر اس نے مرہٹوں کی ٹڈی دل فوج سے خوف زدہ ہو کر ہتھیار نہیں پھینکے۔

وہ اپنی قلیل فوج اور دیگر محدود وسائل کو سمیٹ کر پورے طمطراق کے ساتھ میدان میں صف آرا ہوا۔جب دونوں لشکروں میں کوئی توازن ہی نہیں تھا تو پھر مقابلہ بھی یکطرفہ ثابت ہوا۔

میر علی رضا خان نے چار دن تک بڑی مردانگی کے ساتھ مادھوراؤ کا مقابلہ کیا مگر افرادی قوت کی کمی نے اسے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔مادھوراؤ سے صلح کرنے سے پہلے میر علی رضا خان نے والئی میسور کے نام ایک طویل خط لکھا اور اپنے ایک معتمد خاص کو سرنگا پٹم کی طرف روانہ کر دیا۔

❁❁❁❁

ندیم احمد انصاری

ماہِ ذیقعد
فضائل و مسائل

اسلامی سال میں شوال کے بعد آنے والے مہینے کا نام ''ذو القعدہ'' ہے، جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اہلِ عرب جنگ وغیرہ سے الگ ہو کر اس مہینے میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔

اس کی جمع ''ذوات القعدۃ'' اور ''ذوات القعدات'' آتی ہے۔(لسان العرب)

ذوا لقعدہ اسلامی سال کا گیارھواں قمری مہینہ ہے،اس کا تلفظ اس طرح ہے،'ذ'مضموم،'ل' ساکن،'ق' مفتوح،'ع' ساکن اور'د'مفتوح یعنی ذُلْ قَعْ دَہْ۔

اس کے قاف پر زبر اور زیر دونوں طرح بولا جاسکتا ہے،البتہ زبر زیادہ معروف ہے،بعض اوقات اس کے آخر کی تائے فوقانی کو حذف کر کے ''ذوالقعدہ'' بھی کہہ دیتے ہیں۔یہ ہمیشہ مذکر استعمال ہوتا ہے۔

''ذو'' کے معنی ہیں، اہل، والا، صاحب اور مالک۔ اس کی جمع ذوون آتی ہے۔

ذو کا اعراب اسمائے خمسہ والا ہے، یعنی حالتِ رفعی میں ذو(ذو القعدہ)،حالتِ نصبی میں ذا(ذا القعدہ) اور حالتِ جری میں ذی (ذی القعدۃ) ہوتا ہے۔(المعجم الوجیز)

ایک محترم مہینہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

(مفہوم) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینے اس روز سے،جب کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا،گنتی میں بارہ ہیں۔اللہ کی کتاب میں سال کے بارہ مہینے لکھے ہوئے ہیں، ان میں سے چار مہینے(خصوصی) ادب واحترام کے ہیں۔(التوبہ)

اس کی تفصیل حضرت ابو بکرہؓ کی روایت میں اس طرح آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بلاشبہ زمانہ اپنی اسی اصل حالت پر لوٹ آیا ہے،

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے آسمان و زمین کی تخلیق سے پہلے مقدر فرمایا تھا۔ سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، ان میں سے چار مہینے ادب و احترام والے ہیں۔ جن میں سے تین مہینے مسلسل ہیں۔ ذوالقعدۃ، ذوالحجہ اور محرم الحرام۔

ایک مہینہ رجب ہے، جو جمادی الآخر اور شعبان کے درمیان ہے۔" (بخاری، مسلم)

ان مہینوں کو حرمت والا دو معنی کے اعتبار سے کہا گیا، ایک تو اس لیے کہ ان میں قتل و قتال حرام ہے، دوسرے اس لیے کہ یہ مہینے متبرک اور واجب الاحترام ہیں۔

ان میں عبادات کا ثواب (دیگر ایام کے بالمقابل) زیادہ ملتا ہے، ان میں سے پہلا حکم تو شریعتِ اسلام میں منسوخ ہوگیا، مگر دوسرا حکم احترام و ادب اور ان میں عبادت گزاری کا (خصوصی) اہتمام، اسلام میں اب بھی باقی ہے۔ (معارف القرآن)

حج کی تیاری کا مہینہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(مفہوم) حج کے مہینے طے شدہ اور معلوم ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ حج کے مہینے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے، اس سے مراد شوال، ذوالقعدۃ اور ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔

حضرت عمرؓ، ان کے صاحب زادے حضرت عبداللہؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ رضی اللہ عنہم وغیرہ سے یہی روایت کیا گیا ہے اور یہی اکثر تابعینؒ کا قول ہے۔ (لطائف المعارف)

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اشہرِ حج تین ہیں، جن میں سے پہلا شوال اور دوسرا ذوالقعدۃ ہے۔ (فتح الباری)

یہ بات ماہِ ذوالقعدہ کی عظمت و فضیلت کو مزید بڑھا دینے والی ہے کہ یہ حج کا درمیانی مہینہ ہے اور آج بھی اکثر لوگ اسی مہینے سے حج کی تیاریاں کرتے اور رختِ سفر باندھتے ہیں۔

فضیلت کی ایک اور وجہ

ذوالقعدہ کی فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جن تیس دن اور دس دنوں کا وعدہ فرمایا تھا۔

وہ تیس دن یہی ماہِ ذی القعدہ اور دس دن ماہِ ذی الحجہ کے ہیں۔ (لطائف المعارف)

عمرے کا مہینہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کُل چار عمرے کیے۔ (مسلم) اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ کے علاوہ (کسی مہینے میں) عمرہ نہیں فرمایا۔ (ابن ماجۃ)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کُل چار عمرے کیے، ایک عمرۂ حدیبیہ، دوسرا عمرۂ قضا، تیسرا عمرۂ جعرانہ اور چوتھا عمرہ حجۃ الوداع کے ساتھ۔ (ابوداود)

اس سے پہلی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

نے یہ جو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ کے علاوہ (کسی مہینے میں) عمرہ نہیں فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ راجح قول کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے ادا فرمائے، ان میں سے تین تو ذوالقعدہ میں، جب کہ ایک عمرہ بروز اتوار ۴؍ذوالحجہ ۱۰ھ کو حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا۔

متذکرہ روایت میں اسے ماہِ ذوالقعدہ میں اس لیے شمار فرمایا کہ مدینہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی ماہِ ذی القعدہ میں ہی عمل میں آئی تھی اور احرام بھی آپ نے اسی مہینے میں باندھا تھا، جیسا کہ امام نوویؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ (المنہاج)

عمرہ کے لیے اسی ماہ کو کیوں چنا

علماء فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ ذوالقعدہ میں یہ عمرے اس لیے ادا فرمائے تاکہ لوگ اس مہینے کی عظمت وفضیلت سے واقف ہو جائیں اور اہلِ جاہلیت کی مخالفت بھی ہو کہ وہ اس مہینے میں عمرہ کرنا بڑا گناہ سمجھتے تھے۔

لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پے در پے اس مہینے میں عمرے ادا فرمائے، تاکہ لوگ اس کے جواز کو اچھی طرح سمجھ لیں اور ان کے ذہنوں سے زمانۂ جاہلیت کے اثرات پوری طرح ختم ہو جائیں۔ (المنہاج)

ذوالقعدہ میں شادی

ماقبل میں قرآن وسنت کی روشنی میں جو باتیں پیش کی گئیں، ان سے اس مبارک مہینے کی فضیلت و برکت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے، اس کے باوجود بعض لوگ ذی القعدہ کے مہینے میں شادی وغیرہ کرنے کو منحوس سمجھتے ہیں اور اس کو ''خالی مہینہ'' کہتے ہیں، سو یہ غلط ہے۔ کسی مہینے یا دن کو منحوس نہیں سمجھنا چاہیے۔ (زوال السنۃ)

بہ الفاظِ دیگر جو ماہ بہ نظرِ قرآن عدل وعزت کا مہینہ ہو اور اشہرِ حج کا ایک ماہِ مبارک ہو اور جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین عمرے ادا فرمائے ہوں، ایسا مہینہ منحوس کیسے ہو سکتا ہے؟

اس کو منحوس سمجھنا اور اس میں خطبہء رشتہ اور نکاح وغیرہ خوشی کے کاموں کو نامبارک ماننا جہالت اور مشرکانہ ذہنیت ہے اور اپنی طرف سے ایک جدید شریعت کی ایجاد ہے، ایسے ناپاک خیالات اور غیر اسلامی عقائد سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

اس ماہِ مبارک کو نامبارک اور برکت سے خالی سمجھ کر ''خالی'' کہا جاتا ہے، یہ بھی ناجائز ہے۔

ذی القعدہ کہنا چاہیے، خالی نہیں کہنا چاہیے۔

جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نمازِ عشا کو ''عتمہ'' کہنے کی ممانعت آئی ہے، ایسے ہی اس غلط نام کو استعمال کرنے میں بھی احتیاط کرنی چاہیے۔

بقیہ:
چھوٹی سی کوشش

"ہاں تو پھر لکھو دونوں پر، اچھا ٹھیک ہے مگر ایک شرط پر کہ جب میں مضمون لکھ جاؤں تو آپ کو میرا مضمون سننے کو ملے گا اور آپ نے ہر حال میں سننا ہے وعدہ؟

ٹھیک ہے وعدہ جب تک تم مضمون لکھو میں کچھ ضروری کام نمٹا کر آتا ہوں، ٹھیک ہے ابو! نعمان فاروقی چلا گیا اور اسکا بیٹا عمار اس کے لئے زبردست مواد تیار کرنے میں مصروف ہوگیا۔

آدھ گھنٹے بعد وہ اپنے والد صاحب کے خلاف کافی مواد جمع کر چکا تھا۔ ہاں صاحبزادے ہوگیا، جی ابو ہوگیا، بس آپ کو سنانا ہے، ہاں بھئی سناؤ۔

ابو میں نے دونوں پر ایک ساتھ ہی لکھ دیا ہے، اچھا کوئی بات نہیں تم سناؤ، عمار شروع ہوا۔

"میرے ابو کا نام نعمان فاروقی ہے، میرے ابو کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ وہ اتنے اچھے کام کرتے ہیں کہ لوگ ان کی سخاوت اور دریا دلی پر اسکا موازنہ عرب کے مشہور سخی حاتم طائی کیساتھ کرتے ہیں مگر میرے ابو نے تو سخاوت میں حاتم طائی کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

میں نے اپنے ابو کو اپنا ہیرو اور اپنا رول ماڈل سمجھتا تھا، سوچتا تھا کہ میرا ابو تو جنت کما رہے ہیں۔ مجھے اپنے والد پر فخر اور غرور تھا۔

نعمان فاروقی اپنی تعریفیں اپنے بیٹے کے منہ سے سن کر بڑا خوش ہو رہا تھا، مگر بیٹے کے منہ سے اگلے الفاظ اس کا موڈ خراب کر گئے۔

مگر پھر میرا یہ غرور میرے باپ نے ہی توڑ دیا۔ وہ اپنے باپ کی ناراضگی اور غصے کی پرواہ کیئے بغیر بولتا ہی جا رہا تھا، میں سمجھتا تھا کہ ابو یہ سب اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کر رہے ہیں۔

مگر نہیں وہ تو یہ سب سستی شہرت حاصل کرنے اور اپنا نام بنانے کے لئے کر رہے تھے۔ ابھی کل ہی ہمارے اسلامیات کے ٹیچر کہہ رہے تھے کہ کل کے لوگ اللہ کی راہ میں خفیہ طور پر خرچ کرتے تھے۔ مگر آج کے لوگ پہلے اخباری نمائندوں کو بلاتے ہیں اور پھر غریبوں میں چیک بانٹتے ہیں۔

ابھی کل ہی کی بات ہے میں نے اسکا عملی نمونہ بھی دیکھ لیا۔ ہمارے گھر کی اس دیوار کے پیچھے ایک بیوہ عورت اور اس کے دو یتیم بچے بھوک سے بلک رہے تھے مگر دیکھیں ہم بے حس لوگوں کو کہ ہمیں پوری دنیا کے مسکینوں اور غریبوں کی تو فکر ہے مگر دیوار کے اس پار والے گھر میں جھانک کر دیکھنا بھی گوارہ ناں کیا۔

ابھی کل ہی کی بات ہے وہ بیوہ عورت اپنے بچوں کی بھوک کیوجہ اس سے کچھ قرض لینے آئی، میرے باپ نے کل دوپہر دو بجے آنے کو کہا۔

جب وہ بیوہ عورت آئی تو میرے والد صاحب پورا

انتظام کر چکے تھے مبادا کہ کہیں یہ فوٹو رہ ناں جائے بھئی آخر دنیا والوں کو بھی تو دکھانا اور بتانا ضروری تھا ناں پھر میرے سخی والد صاحب نے اس بیوہ کو تو ادھار کے نام پر رقم دی مگر وہاں موجود فوٹو گرافرز اور اخباری نمائندوں کو یہ بتایا کہ وہ اس بیوہ کو امداد دے رہے ہیں۔

واہ میرے باپ کی سخاوت اور دوغلے پن کے کیا کہنے! میں جانتا ہوں ابو کہ آپ کو میرا یہ مضمون اس وقت بہت زہر لگ رہا ہوگا مگر میں سچی بات کہتا رہونگا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص مومن نہیں ہے کہ جو خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اسکا ہمسایہ بھوکا رہے اور ابو کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے ناں کہ کل محشر کے دن اس بیوہ اور اس کے معصوم بچوں کے ہاتھ آپ کے گریبان میں ہونگے۔

کیا فائدہ آپ کی اس دریادلی اور سخاوت کا۔آپ تو جنت میں بھی داخل نہیں ہونگے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی شرارتوں اور ایذا رسانیوں سے اسکا پڑوسی پریشان ہو اور دوسری جگہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کیساتھ احسان کرے مگر افسوس ہمیں پوری دنیا کے غریبوں اور مسکینوں کی تو پرواہ ہے مگر دیوار کے اس پار بھوک سے بلکتے پڑوسی کی نہیں۔

عمار نے اپنی کاپی بند کی جب سر اٹھا کر اپنے والد صاحب کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اس نے محبت سے عمار کا سر چوم لیا۔

آج ننھے عمار نے اس کی آنکھوں سے پٹی اتار پھینکی تھی۔وہ بے حد شرمندہ تھا،اس نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کبھی دکھاوے کے لئے نیکیاں نہیں کریگا۔

کل صبح سب سے پہلے یاسر کو دوبارہ سے سکول میں داخلہ دلوایا۔سمعیہ کے گھر راشن ڈلوایا اور اس سے معافی مانگی کہ وہ اپنے فعل پر شرمندہ ہے۔

اس نے کہا کہ آج کے بعد اسے محلے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے وہ اسکے گھر کے تمام اخراجات اٹھائیگا،عمار بے حد خوش تھا اس کی ایک چھوٹی سی کوشش نے اس کے والد کی زندگی بدل دی تھی۔

وہ بہت خوش تھا کہ اس کے والد سیدھے راستے پر آگئے تھے۔

بعض اوقات ایک چھوٹی سی کوشش بھی انسان کو بدل دیتی ہے ہمیں بھی اپنی کوشش جاری رکھنی چاہیئے۔اللہ تعالیٰ کوشش کرنے والوں کی کوشش ضائع نہیں کرتا۔

اسے اس کی کوشش اور محنت کا صلہ ضرور دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات سے کبھی مایوس ناں ہوں وہ بڑا غفور اور رحیم ہے وہ اپنے بندوں کی کوشش کبھی رائیگاں جانے نہیں دیتا۔

یہ پھول تو گلاب کے پھولوں سے بھی زیادہ خوب صورت ہے۔ مانی پیلے رنگ کے اس پھول کو تکتا رہا۔ کیوں نہ اسے اپنی کیاری میں لگا دوں؟

پیلا پھول

کفایت اللہ

عبدالمجید صاحب سولہ گریڈ کے ایک ایماندار افسر تھے اور ساری زندگی ہی ایمانداری سے کام کیا۔

ساری زندگی کرائے کے گھروں میں دھکے کھائے۔ مگر ایک سرکاری سکیم میں انہیں بھی اپنی چھت مل ہی گئی۔ یہ دن دونوں میاں بیوی اور دونوں بچوں کے لئے بہت خوشی بھرا ثابت ہوا۔

نئے گھر میں ہر چیز نئی تھی۔ اس نئے گھر کے وسط میں ایک خوب صورت لان بھی تھا۔

مگر ایک دن نئے گھر کا یہی خوب صورت لان ہی جھگڑے کی بنیاد بن گیا۔

ہوا یہ کہ مجید صاحب نے لان کی دو کیاریوں میں گلاب کے پودے لگائے تھے۔ دونوں کیاریاں برابر برابر تھیں۔ دونوں کیاریوں کو تقسیم کرتی ہوئی ایک منڈیر تھی جس پر گھاس اگی ہوئی تھی۔ دائیں طرف کی کیاری کو شانی کی کیاری کہا جاتا تھا اور بائیں طرف کی کیاری مانی کی تھی۔

صبح اٹھ کر جب مانی لان میں چہل قدمی کے لئے آتا تو اپنی کیاری کی دیکھ بھال بھی کرتا۔ وہ پودوں کو پانی دیتا اور کیاری کی صفائی کرتا۔

ساتھ ہی اپنے بڑے بھائی کی کیاری کو بھی خوب دل لگا کر اپنی کیاری کی طرح دیکھ بھال کرتا۔

دونوں کیاریوں کے پودے ہرے بھرے اور خوب صورت ہو گئے۔ پھر کلیاں نظر آنے لگیں اور پھر ایک روز دونوں کیاریوں کے پودوں پر بہار آ گئی۔

خوب ڈھیر سارے پھول کھل گئے، گلاب کے خوبصورت پھول کھل گئے۔ سارا لان گلابوں کی خوشبو سے مہک گیا۔ امی ابو نے دونوں کو خوب شاباش دی۔

شام کو بھی دونوں اپنی اپنی کیاری کی دیکھ بھال کرنا نہیں بھولتے تھے۔شانی اور مانی پھولے نہ سماتے تھے۔ ان کو تو وقت گزارنے کے لئے بہت عمدہ سرگرمی مل گئی تھی۔مگر یہ کیا ہوا؟

یہی عمدہ سرگرمی ہی لڑائی کی وجہ بن گئی۔

ایک دن مانی جب اپنی کیاری کی صفائی کر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ گلاب کے گلابی پھولوں کے جھرمٹ میں سے ایک پیلے رنگ کا بہت ہی خوب صورت پھول بھی کھل رہا تھا۔

''بھئی واہ! پیلے رنگ کا گلاب بھی ہوتا ہے؟''

مانی نے دل میں سوچا۔اور وہ اس پھول کی طرف بڑھا۔اس نے قریب سے دیکھا۔

یہ گلاب کا پھول ہی تھا۔مگر کسی اور نسل کا پھول تھا۔

''ابو سے پوچھ لیتا ہوں کہ یہ کس نسل کا گلاب ہے؟''

اس نے سوچا اور کیاری سے نکل کر اندر گھر میں چلا گیا۔

اس وقت شانی بھی لان میں آ گیا۔اس کی کیاری صاف تھی اور اس کو آج جاگنے میں کچھ دیر بھی ہوگئی تھی۔ اس لئے اس نے سوچا جلدی سے پودوں میں پانی ڈال دوں تاکہ وقت پر اسکول بھی جایا جاسکے۔

اس نے پانی ڈالنے کا فوارہ اٹھایا۔ پانی ڈالتے ڈالتے اس کی نظر بھی پیلے رنگ کے اس پھول پر پڑی۔

''ارے واہ! پانی ڈالنا روک کر وہ اس پھول کو دیکھنے لگا۔یہ پھول کہاں سے آ گیا؟''

اس نے جھک کر دیکھا تو دونوں کیاریوں کو تقسیم کرنے والی منڈیر پر ایک پودا کھڑا تھا۔

کل صبح کو اس پودے کو یہاں سے نکال کر اپنی کیاری کے بیچ میں لگاؤں گا۔شانی نے دل میں سوچا۔ گلابی پھولوں کے درمیان پیلے رنگ کا پھول بڑا خوب صورت لگے گا۔

شانی کیاری میں پانی ڈال کر کچھ دیر کے بعد اسکول چلا گیا۔سات بجے اسے اسکول پہنچنا تھا۔

جبکہ مانی کا اسکول آٹھ بجے شروع ہوتا تھا۔ابھی اس کے جانے میں کافی دیر تھی۔

جب وہ ابو کو اس پھول کے بارے میں بتانے گیا تو ابو غسل کے لئے غسل خانے میں جا چکے تھے۔وہ لوٹ کر پھر لان میں آ گیا۔ یہ پھول تو گلاب کے پھولوں سے بھی زیادہ خوب صورت ہے۔مانی پیلے رنگ کے اس پھول کو تکتا رہا۔کیوں نہ اسے اپنی کیاری میں لگا دوں۔

اس خیال کے آتے ہی مانی نے کھرپی سے پودے کی جڑ کی آس پاس کی مٹی کھود دی تاکہ جڑ کٹ نہ جائے اور دوبارہ لگانے پر وہ پھول مرجھا نہ جائے۔

پھر اس نے اپنی کیاری میں ایک مناسب جگہ پر گڑھا کھود کر پودا لگا دیا۔ یہ پھول تو میری کیاری کی رونق بن گیا۔مانی پودا دیکھ کر بہت خوش ہوا۔پھر وہ اندر آ گیا، اس نے غسل کیا، پھر ناشتہ کیا اور اسکول چلا گیا۔

شام کو کرکٹ کا میچ تھا اور مانی کو وہ میچ دیکھنے جانا تھا۔شانی کو کرکٹ کے کھیل سے کوئی دل چسپی نہیں تھی، اس لئے وہ سیدھا لان میں آ گیا۔وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ پیلے رنگ کا پھول مانی کی کیاری میں نظر آ رہا تھا۔

''یہ بھی خوب رہا! شانی بھنا گیا۔ دیکھا میں نے اور

لے اڑے مانی۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟'' شانی نے کھرپی اٹھائی اور پھر تھوڑی ہی دیر میں وہ پودا اس کی کیاری میں لگ گیا۔

صبح کو مانی جب لان میں آیا تو اسے اپنی کیاری میں پیلے رنگ کا پھول نظر نہیں آیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا تو وہ شانی کی کیاری میں نظر آرہا تھا۔

''اچھا تو یہ شانی کی حرکت ہے، ابھی سبق سکھاتا ہوں۔'' مانی نے کھرپی اٹھائی۔ پیلے پھول والا پودا دوبارہ اس کی کیاری میں نظر آنے لگا۔

اتنے میں شانی بھی آگیا۔

اس نے سوچا، وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا۔

کھرپی تو شانی کے پاس بھی تھی۔ وہ اس پودے کی طرف بڑھا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے؟'' مانی نے کہا۔

''کیسی بدتمیزی؟'' شانی نے جواب دیا۔

''یہی کہ تم نے یہ پودا اپنی کیاری میں کیوں لگایا تھا؟''

''اس لئے کہ یہ پہلے میں نے دیکھا تھا اور اس پر پہلے میرا حق تھا۔''

''تم غلط کہتے ہو۔ تم تو اس وقت پڑے سو رہے تھے، جبکہ میں نے سب سے پہلے اسے دیکھا تھا۔''

''آپ جھوٹ بولتے ہیں۔''

''تم خود جھوٹے ہو۔''

''تم جھوٹے ہو۔''

دونوں میں تکرار شروع ہوگئی۔

''اب مجھے جھوٹا مت کہنا۔''

''کیا کرلو گے؟'' شانی سینہ تان کر کھڑا ہوگیا۔

''بتاؤں؟'' مانی نے اسے دھکا دیا، شانی گر گیا مگر وہ اٹھا اور اس نے اٹھتے ہی ایک گھونسا مانی کو جڑ دیا۔ مانی نے بھی جوابی گھونسہ مارا۔ دونوں آپس میں گتھم گتھا ہوگئے۔

انہیں یہ بھی خیال نہیں رہا تھا کہ دونوں کی خوب صورت کیاریاں ان کی اس لڑائی سے برباد ہوگئی ہیں۔

پھر امی اور ابو آگئے اور ایک ایک تھپڑ لگا کر دونوں کو الگ کیا۔

''کیوں لڑ رہے تھے تم دونوں؟''

انہوں نے پوچھا۔

دونوں خاموش رہے۔

''بتاؤ؟'' مجید صاحب نے پھر سوال کیا۔

مگر وہ بتاتے تو کیا بتاتے؟

کیسے بتاتے کہ اس پیلے پھول کی خاطر وہ لڑے تھے جو ان کے پیروں کے نیچے آکر خاک میں مل چکا تھا۔

دونوں خاموش کھڑے روتے رہے اور آئندہ نہ لڑنے کا عہد کیا کہ لڑائی میں نقصان اپنا ہی ہوتا ہے۔

❁❁❁❁

بقیہ:
خوش نصیب پتھر

حضرت جبرائیل نے پیارے نبی سے عرض کی کہ یہ سواری آپ کو بیت المقدس لے چلے گی۔ وہاں سے اللہ کے حضور ساتویں آسمان تک پہنچائے گی حضور ﷺ نے اس سواری جسے براق کہتے ہیں پر بیٹھے اور پلک جھپکتے میری نظروں سے اوجھل ہو گئے اسی رات براق آپ کو خانہ کعبہ واپس لایا اور آپ سے اجازت لے کر آسمان کی طرف روانہ ہو گیا۔ پیارے بچو! اس واقعہ کا ذکر قرآن کریم کے پندرھویں پارہ میں آتا ہے۔

دوسرے دن صبح نبی نے جب یہ واقعہ قریش کے سرداروں کو خانہ کعبہ میں آ کر بتایا تو انہوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا اور آپ ﷺ کی ہنسی اڑانے لگے۔ ادھر حضرت ابو بکر صدیق آ پہنچے۔ لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق کو طعنہ دیا کہ دیکھو تمہارے نبی کیا انہونی بات کہہ رہے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق بولے۔

نبی ﷺ نے جو کہا ہے ٹھیک کہا ہے۔ کافروں نے یہ جاننے کے لئے کہ نبی بیت المقدس گئے ہیں یا نہیں آپ کا امتحان لینا شروع کر دیا، انہیں یہ معلوم تھا کہ آپ بیت المقدس پہلے کبھی نہ گئے تھے۔ اس لئے انہوں نے آپ سے بیت المقدس اور راستے کی بہت ساری تفصیلات پوچھیں۔ آپ نے ہر بات کا اس طرح جواب دیا جیسے وہ ساری چیزیں اور مقامات آپ کی نظروں کے سامنے ہیں۔ کافر آپ کے جواب سن کر سخت حیران ہوئے کافروں کی حیرانی دیکھ کر حضرت ابو بکر نے خوشی سے کہا نبی آپ نے سچ کہا ہے، اے سچے نبی! آپ نے سچ کہا ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ حضرت ابو بکر کو صدیق کہتے تھے۔ صدیق کے معنی تصدیق کرنے والے کے ہیں۔

اس واقعہ سے متاثر ہو کر کئی اور لوگ رسول اکرم ﷺ پر ایمان لے آئے۔

ادھر نبی اپنی تبلیغ جاری رکھے ہوئے تھے ادھر کافروں کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی انہیں خدشہ تھا کہ کہیں دین اسلام غالب نہ آ جائے۔ جوں جوں مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی تھی قریش کی دشمنی شدت اختیار کرتی جا رہی تھی۔

مجھے اطلاع ملی کہ نبی کریم ﷺ کے حکم پر مسلمان ایک ایک کر کے مدینہ کی طرف ہجرت کر رہے ہیں۔ میں نبی ﷺ کی سلامتی کے متعلق سخت پریشان رہتا کیوں کہ میرے قریب قریش کے بعض سردار اکثر آ کر بیٹھتے اور حضور ﷺ کو ختم کرنے کی باتیں کرتے۔

جب مجھے ایک دن یہ اطلاع ملی کہ قریش والوں نے نبی ﷺ کو شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو میری گھبراہٹ کی انتہا نہ رہی۔ میں اللہ سے ان کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہا تھا چند دن بعد مجھے قریش کے سرداروں کی زبانی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ اپنے ساتھی حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ بخیریت مدینہ پہنچ گئے ہیں۔

مدینہ میں مسلمان ایک مضبوط جماعت بن گئے تھے

ادھر کفار انہیں ختم کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ مجھے مجھے پتہ لگا کہ ہتھیاروں سے لیس ایک ہزار کافر مکہ سے مدینہ پر حملہ کرنے گئے ہیں۔ جلد ہی قریش کی شکست کی خبر مجھ تک پہنچی۔ میں خدا کا شکر بجالایا۔ قریشی عموماً خانہ کعبہ آتے اور مسلمانوں کے خلاف منصوبے تیار کرتے رہتے۔ میں دل ہی دل میں کافروں کی بربادی اور مسلمانوں کی کامیابی کے لئے دعائیں کرتا رہتا۔ دن گزرتے گئے اور خبریں آتی رہیں کہ مسلمانوں کی تعداد اور طاقت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور کافر ہر جگہ منہ کی کھا رہے ہیں۔

آخر کار چند سال ہی نہ گزرے تھے کہ میری زندگی کا نہ بھولنے والا وہ دن بھی آپہنچا جب نبی کریم ﷺ دس ہزار مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے، کافر ہتھیار ڈال چکے تھے اور مکہ اب مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔ میں نے نبی ﷺ کو جوں ہی دیکھا میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔

آپ کعبہ میں داخل ہوئے۔ اپنی چھڑی بتوں کی طرف کرتے اور فرماتے کہ حق آ گیا کفر بھاگ گیا۔ بے شک کفر بھاگنے ہی والا تھا۔ بت ایک ایک کر کے گرتے گئے مسلمانوں نے خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔ اس کے بعد پیارے نبی ﷺ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور مجھے بوسہ دیا۔

مجھے وہ وقت بھی خوب اچھی طرح یاد ہے جب نبی کریم ﷺ آخری حج کے موقع پر مکہ تشریف لائے آپ کے ساتھ ایک لاکھ مسلمان تھے۔

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور مجھے بوسہ دیتے۔ میرا چہرہ اس دن خوشی سے دمک رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے پھر نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا۔

چند سال بعد حضرت عمر طواف کے دوران میرے قریب آئے اور مجھ سے فرمایا: ”اے کالے پتھر! میں جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے۔ تو کسی کو کچھ نہیں دے سکتا مگر میں تیرا احترام اس لئے کرتا ہوں کہ میرے پیارے نبی ﷺ نے تجھے عقیدت سے بوسہ دیا تھا“

اس کے بعد حضرت عمر فاروق جھک کر مجھ سے لپٹ گئے اور رونے لگے، انکے آنسوؤں کی گرمی آج بھی مجھے محسوس ہو رہی ہے۔ وہ شخص جو خانہ کعبہ جاتا ہے خواہ حج کرنے یا عمرہ کرنے یا نفلی طواف کی غرض سے، اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ مجھے بوسہ دے، صرف اس لئے کہ پیارے نبی نے مجھے بوسہ دیا ہے سچ پوچھو تو میں اس دنیا کا سب سے زیادہ خوش نصیب پتھر ہوں۔

پیارے بچو تم نے تو مجھے شاید نہیں دیکھا ہو گا مگر تمہارے بڑوں نے جنہوں نے حج عمرہ کی سعادت حاصل کی ہے مجھے ضرور دیکھا ہو گا اور میرا بوسہ لیا ہو گا۔

انگنت مسلمان آج تک مجھے بوسے دے چکے ہیں بلکہ پیارے نبی نے کئی مرتبہ مجھے بوسہ دیا ہے۔ مجھے عام طور پر حجر اسود کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپ میرا نام نہ بھولیے گا۔ جب آپ بڑے ہوں گے تو ان شاء اللہ آپ سے ضرور ملاقات ہو گی۔

اس وقت تک کے لیے اجازت دیجئے! اللہ حافظ!

محمد مقصود احمد شہیدؒ

غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ سے غازی عامر چیمہ شہید رحمۃ اللہ علیہ تک

قسط 6

غازی عبدالقیوم شہید رحمۃ اللہ علیہ

''نہیں..... ہرگز نہیں..... ایسا نہیں ہوسکتا۔ ہمارے زندہ ہوتے ہوئے کوئی بدبخت اور بدخصلت شخص پیارے آقا ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرے..... اور ہم اس کا ناپاک وجود گوارا کرلیں..... اس کی غلیظ بکواس کو برداشت کرلیں..... نہیں، ہرگز نہیں..... اے میرے آقا!..... قبول فرمائیے..... کہ مجھ جیسا حقیر غلام..... آپ کی حرمت اور ناموس کی خاطر جان لٹانے کو حاضر ہے..... اے اللہ کے حبیب!..... میرا یہ ادنیٰ سا نذرانہ قبول فرمائیے.....''

جذبات کے طوفان نے اس بائیس سالہ نوجوان کو ہلا کر رکھ دیا۔ اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا، مگر جو کچھ وہ سن رہا تھا غلط بھی نہ تھا۔

جونا مارکیٹ کراچی کی جامع مسجد کے خطیب صاحب نے بڑے ہی غم واندوہ کے عالم میں لوگوں کو بتایا کہ حیدرآباد کے ایک غلیظ ہندو نے ''تاریخ اسلام'' کے نام سے ایک کتابچہ لکھ کر اسے شائع کیا ہے۔ اس کتابچے میں کائنات کی مقدس ترین ہستی سرکار دوعالم ﷺ کی ذات اقدس پر کیچڑ اچھالی ہے اور آپ ﷺ کے پاکیزہ کردار کو داغدار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

خطیب صاحب نے یہ بھی بتایا کہ اس ملعون شخص کا نام نتھورام ہے۔ حیدرآباد کے مسلمان اس ناپاک جسارت پر سراپا احتجاج بن چکے ہیں۔ انہوں نے مقامی عدالت میں نتھورام کے خلاف مقدمہ پیش کیا تھا لیکن عدالت نے کوئی خاص سزا دینے کی بجائے تھوڑا سا جرمانہ اور ایک سال قید کی سزا سنادی۔ مگر نتھورام ملعون نے اس سے

بڑی عدالت میں اس فیصلے کے خلاف اپیل کر کے اپنے لیے ضمانت منظور کروالی۔اب یہ بد بخت شخص اتنا بڑا جرم کر کے بھی آزاد پھر رہا ہے۔

اسے کوئی فکر اور خوف نہیں، کیونکہ انگریز اس کے ساتھ ہیں اور وہ جانتا ہے کہ انگریزی حکومت ایسی حرکت پر اسے قطعاً کوئی سزا نہیں دے گی۔

نتھورام کے سیاہ کارنامے کی ساری تفصیلات سنانے کے بعد خطیب صاحب نے اعلان کیا کہ فلاں تاریخ کو کراچی کی عدالت میں نتھورام کے مقدمے کی سماعت شروع ہو رہی ہے۔

یہ معاملہ چونکہ حرمت رسول ﷺ کا ہے لہٰذا ہر مسلمان کوشش کرے کہ وہ اس موقع پر عدالت میں پہنچے اور یہ ثابت کرے کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں، لیکن آقا مدنی ﷺ کی ناموس پر کوئی ملعون ڈاکہ ڈالے..... یہ انہیں ہرگز ہرگز برداشت نہیں۔

مسجد میں موجود ہر شخص نے ہاتھ اٹھا کر وعدہ کیا کہ وہ اس موقع پر ضرور عدالت پہنچے گا تاکہ مسلمانوں کے غم وغصہ کا بھرپور اظہار ہو سکے اور انگریزی حکومت نتھورام کو اس ہولناک جرم کی کڑی سزا دینے پر مجبور ہو جائے۔

تھوڑی دیر بعد مجمع منتشر ہو چکا تھا۔سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے تھے اور مسجد خالی ہو چکی تھی..... ہاں! مگر..... مسجد کے صحن میں کھڑا وہ نوجوان ابھی تک گم سم تھا۔

اس کے دل سے درد کی ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں..... آنکھیں خون کے آنسو برسا رہی تھیں..... ہاتھ پیر لرز رہے تھے..... بلکہ پورے جسم پر ہی کپکپی طاری تھی۔وہ بہت دیر تک یونہی کھڑا رہا..... اور اپنے آقا ﷺ کی بے چین روح سے عہد و پیمان کرتا رہا..... ایسا عہد جو بہت پاکیزہ بھی تھا اور بالکل سچا بھی.....!!!

بالآخر وہ تاریخ آپہنچی..... جس کا سبھی کو انتظار تھا.....

اس دن عدالت کی عمارت کے اندر اور باہر کم از کم پچیس ہزار مسلمانوں کا جم غفیر موجود تھا۔کراچی کے یہ غیرت مند مسلمان آج یہاں جمع ہو کر ہندوؤں کی پشت پناہ انگریز حکومت پر واضح کر دینا چاہتے تھے کہ ناموس رسالت کا تحفظ ہر مسلمان اپنا فرض سمجھتا ہے اور اس فرض کی تکمیل کے لیے وہ کسی بھی طرح کی قربانی بلا دریغ پیش کر سکتا ہے۔

کچھ دیر بعد کچھ ہندو آئے۔وہ مسلمانوں کے مجمع سے گزرتے ہوئے عدالت کے اندر چلے گئے، شاید مسلمانوں کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کون لوگ تھے؟ ورنہ کم از کم ان میں سے ایک ہندو تو اپنی تکہ بوٹی ہی دیتا۔اس لیے کہ اسی کا نام نتھورام تھا۔

نتھورام اتنا بڑا جرم کرنے کے باوجود بہت بے باک نظر آرہا تھا۔وہ عدالتی کٹہرے کے قریب آ کر بیٹھا تو اس کے چہرے پر ذرہ بھر خوف و ہراس نہ تھا۔اپنے یاروں دوستوں کے ساتھ گپ شپ لگاتا وہ یوں نظر آرہا تھا، جیسے اس کو یقین تھا کہ عدالت فیصلہ اسی کے حق میں دے گی اور اس کو بے گناہ قرار دیدے گی۔

اس ملعون کا ایسا سوچنا بلاوجہ نہ تھا۔کیونکہ کراچی اگرچہ مسلم اکثریت کا علاقہ تھا، مگر ہندوؤں کا معاشی

وسیاسی غلبہ تھا۔انگریز کی قربت وہم نوائی نے انہیں حد سے زیادہ منہ زور اور بے باک بنادیا تھا۔اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھاتے ہوئے انہیں نہ اخلاقیات کا خیال رہتا اور نہ ہی قانون کا کوئی خوف۔یہی صورتحال نتھورام کو مزید شیر کررہی تھی اور عدالت کے اندر بیٹھ کر قانون کا مذاق اڑا رہا تھا۔

مگر یہ اس کی بھول تھی.....!!!

اس لئے کہ زمین کے ''خداؤں'' سے ماسوا آسمان کا بھی ایک خدا ہے۔وہ خدا.....جس کی طاقت سے زیادہ اور جس کا انصاف سب سے زیادہ غالب ہے۔نتھورام نے اس خدا کے محبوب ﷺ کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا.....تو وہ کیوں اور کیسے.....انصاف کی پکڑ سے بچ جاتا.....؟

❁❁❁❁

مقدمے کی سماعت دوپہر بارہ بجے شروع ہونی تھی۔عدالتی کارندے اپنی فائلیں درست کررہے تھے۔ وُکلاء بحث کے دوران اُٹھائے جانے والے ممکنہ نکات کو دل ہی دل میں دہرا رہے تھے۔ہزاروں افراد پر مشتمل مسلمانوں کے مجمع پر گہرا سکوت طاری تھا اور ان سب کے دل رب کے حضور دعا گو تھے کہ حبیب ﷺ کا دشمن کیفر کردار کو پہنچے،جبکہ حالات اس کے لیے سازگار نہ تھے اور بہ ظاہر نظر آرہا تھا کہ انگریزی عدالت نتھورام کو چھوڑ دے گی۔ادھر ملعون بھی ابھی تک بے غم وبے فکر بیٹھا اپنے ہم صفت وہم مذہب دوستوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مگن دکھائی دے رہ تھا۔

اسی اثناء میں عدالتی کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔کسی نے توجہ نہیں دی کہ وہ کون ہے؟اور کیوں اندر آیا ہے؟ویسے بھی اس دروازے سے تو ہر گھڑی دو گھڑی بعد کوئی نہ کوئی اندر باہر آ،جارہا تھا،اب وہ ان کرسیوں کے بالکل پاس پہنچ گیا،جہاں نتھورام ملعون اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

وہ نوجوان نتھورام کے سر پر پہنچا اور بڑے شائستہ انداز میں اس سے بیٹھنے کے لیے جگہ مانگی۔نتھورام ایک طرف سرک گیا اور نوجوان اس کے بالکل ساتھ بیٹھ گیا۔

ملعون نتھورام اب بھی گپ شپ میں مگن تھا.....یقیناً اسے پتہ ہی نہ تھا کہ.....موت کا فرشتہ اس کے ساتھ بیٹھا ہے.....!!!

بارہ بجنے میں صرف پندرہ منٹ رہ گئے تھے۔عدلیہ کی کاروائی شروع ہوا ہی چاہتی تھی کہ اچانک.....پوری عمارت خوفناک آوازوں سے گونج اٹھی۔یہ بدبخت نتھورام کی مکروہ چیخ وپکار تھی۔

سب لوگ دم بخود رہ گئے۔انہیں سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ وہ نتھورام جو اب سے چند لمحے پہلے ہنستا ہوا نظر آرہا تھا،اب ان کے سامنے خون میں لت پت زمین پر تڑپتا دکھائی دے رہا ہے اور وہ نوجوان جس کی آمد کو کسی نے محسوس ہی نہیں کیا،زخمی نتھورام کے بالکل پاس کھڑا ہے۔اس کے ہاتھ میں خون آلود خنجر تھا.....

چہرے پر جلال تھا.....نگاہوں میں غیظ وغضب تھا.....اور جسم بالکل پرسکون نظر آرہا تھا۔

چند لمحوں بعد جب لوگ خیالات کی دنیا سے واپس حقیقت کے جہان میں پہنچے تو نتھورام دنیا چھوڑ کر جہنم

واصل ہو چکا تھا، جبکہ اس کا قاتل نوجوان وہیں اپنی جگہ پر کھڑا تھا۔ تاہم اب اس نے اپنا ہاتھ نیچے کرلیا تھا اور خون آلود خنجر کا رخ زمین کی طرف تھا۔

اتنے میں ایک طرف سے ایک پولیس انسپکٹر دوڑتا ہوا وہاں پہنچا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا، جو اس نے قاتل نوجوان کی طرف تان رکھا تھا۔ اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر نوجوان نے ذرا بھی حرکت نہ کی اور پھر اپنے ہاتھ سے خنجر ایک طرف پھینکتے ہوئے انسپکٹر سے کہا:

''جناب گھبرائیے نہیں..... ریوالور ہولسٹر میں رکھ لیجیے.....! آگے بڑھئیے اور مجھے گرفتار کرلیجیے.....! میں نے جو کام کرنا تھا وہ کرلیا..... الحمدللہ.....''

انسپکٹر نے نوجوان کی بات سن کر ایک سپاہی کو اشارہ کیا اور اس نے آگے بڑھ کر اس نوجوان کو ہتھکڑی لگا دی۔

جتنی دیر میں بات یہاں تک پہنچی، اتنی دیر میں جج بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس پر سخت گھبراہٹ کے ساتھ شدید غصہ بھی طاری تھا۔ اس نے قہر آلود نگاہوں سے اس نوجوان کو گھورا اور گرجدار لہجے میں بولا:

''تم نے اسے قتل کر ڈالا.....؟''

عجیب آدمی تھا وہ!..... اپنی آنکھوں سے ملعون نتھورام کو مردہ پڑے اور اس کے قاتل کو ساتھ کھڑے دیکھ رہا تھا..... پھر بھی پوچھ رہا تھا:

تم نے اسے قتل کر ڈالا.....؟

یقیناً اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کے فیصلہ کرنے سے پہلے ہی قضا نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

''ہاں..... اور کیا کرتا.....؟''

نوجوان نے بڑی بے باکی سے اپنی آنکھیں انگریز جج کی آنکھوں میں گاڑ دیں اور اس سے بڑھ کر گرجتے ہوئے جواب دیا۔ پھر اس عدالت میں آویزاں برطانوی بادشاہ جارج پنجم کی بہت بڑی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جج سے پوچھا:

''اگر یہ شخص تمہارے اس بادشاہ کو گالی دیتا تو تم کیا کرتے.....؟''

جج اس کا کیا جواب دیتا کہ اس سے پہلے ہی نوجوان دوبارہ بولا:

''اگر تم میں غیرت ہوتی تو تم اسے قتل کر ڈالتے.....؟''

جج پھر بھی کچھ نہیں بولا، تو نوجوان نے نتھورام کے ناپاک لاشے کی طرف حقارت آمیز انداز میں اشارہ کیا اور بلند آواز میں کہا:

''اس خنزیر کے بچے نے میرے آقا اور شہنشاہوں کے شہنشاہ رسول ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی تھی اور اس کی یہی سزا تھی۔''

انگریز کا قانون اتنی سچائی سننے اور برداشت کرنے کا روادار نہیں تھا..... لہٰذا پولیس نے ناموس رسالت کے اس پروانے کو باقاعدہ گرفتار کرلیا.....

جس کا نام عبدالقیوم تھا۔

❁❁❁❁

غازی عبدالقیوم نے ضلع ہزارہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ۱۹۱۱ء یا ۱۹۱۲ء میں آنکھ کھولی۔

شمع رسالت ﷺ کا یہ بے تاب پروانہ ہزارہ کے

ایک گاؤں ''غازی'' کا رہنے والا تھا۔ بہت غریب باپ کا بیٹا تھا۔ وہ اپنے گاؤں میں زمین داروں کے کھیتوں میں مزدوری کرتا تھا۔ پھر تلاش معاش میں کراچی پہنچا۔ یہاں گھوڑا گاڑی چلانے پر نوکر ہوگیا۔ مذہب سے لگاؤ اس کی گھٹی میں پڑا تھا۔ اس کی بے داغ جوانی پروان چڑھی تو صحیح معنوں میں ایک مسلمان اور صالح نوجوان کی جوانی تھی۔ نماز، روزہ، کسب حلال پر عمل، اللہ کی ذات پر ایمان خالص اور حضور نبی کریم ﷺ سے بے پایاں عقیدت جو عشق کی ریشمی چادر میں لپٹی ہوئی تھی، اس کے ایمان کی اجزائے ترکیبی تھے۔

غازی عبدالقیوم خان ایک بوڑھے چچا، ایک ضعیف ماں اور ایک بیوہ بہن کی روزی کا کفیل اور ان کے علاہ ایک نئی نویلی دلہن کی آرزوں اور تمناؤں کا امین بھی تھا۔ وقوعہ سے ہفتہ عشرہ قبل ہی اس کی شادی ہوئی تھی۔ وہ صرف ناظرہ قرآن پڑھا ہوا تھا۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کچھ نہ جانتا تھا۔ البتہ بدر وحنین کے واقعات سنے ہوئے تھے۔

یہ وفا کا پتلا بحر عشق کا شناور اور عمل کے میدان کا غازی تھا۔ اس کی مالی حالت کراچی میں بھی نہ سدھری۔ اکثر دوپہر کا آٹا دوپہر کو اور شام کا آٹا شام کو پرچون کی دکان سے آتا تھا۔ پیٹ تو خالی تھا مگر درد دل کی دولت سے مالا مال تھا۔

رسائی پشت پناہی جو کچھ بھی نام دیں، اپنی جھونپڑی کی قریب والی مسجد کے امام تک تھی جہاں وہ فجر اور عشاء کی نماز پڑھا کرتا تھا۔ خود اخبار پڑھنے کی استعداد نہ تھی۔

امام صاحب کی زبانی نتھورام کی خرافات کا ذکر اس نے سنا، اس کی غیرت ایمانی نے کروٹ لی اور اس نے وہیں مسجد کے صحن میں اپنے اللہ کو حاضر ناظر جان کر یہ عہد کیا کہ وہ گستاخ ناہنجار کو واصل جہنم کر کے رہے گا..... یوں اس کا عشق ایک ہی جست میں عرفان وعمل کی آخری منزل طے کر گیا۔

❁❁❁❁

صدقہ

میں اپنے دوست کے پاس تھا اور وہ اپنی تنخواہ تقسیم کر رہا تھا۔

(اس طرح کہ رقم بچوں کے اخراجات کے ساتھ ساتھ بلوں کے ساتھ ساتھ کھانے کے لئے.. اور اپنے ماں اور باپ کے لئے بھی)

میں نے اس سے کہا:

کیا تم نے مجھے نہیں بتایا تھا کہ تمہارے ماں باپ برسوں پہلے فوت ہو چکے ہیں۔

میرے دوست نے مسکرا کر کہا:

وہ روئے زمین پر مر گئے لیکن میرے دل میں زندہ ہیں اور انہیں اس وقت میری اشد ضرورت ہے تو کیا میں ان کی طرف سے صدقہ نہ کروں۔

وثیق بن زبیر

مجھے یہ لڑکی پسند آئی ہے میں دس ہزار دینار مہر دے کر اسے اپنے بیٹے کی دلہن بنانا چاہتی ہوں۔اے شیخ! میرے بیٹے کا اس لڑکی سے نکاح کرا دیجئے!

رخصتی

داؤد طاہر لیف

بصرہ میں کچھ عبادت گزار بیبیاں تھیں جن میں سے ایک کا نام ابراھیم الھاشمیہ تھا انہی دنوں دشمنوں نے مسلمانوں کی کسی سرحد پر حملہ کر دیا اس حملے سے دفاع کے لئے مجاہدین کی ضرورت تھی۔

ایک عالم دین بزرگ عبدالواحد بن زید بصری رحمہ اللہ نے لوگوں میں جذبہ جہاد پیدا کرنے کے لئے تقریر کے دوران حور عین کا تذکرہ چھیڑا اور ان کے اوصاف بیان فرمائے اور ان کی شان میں چند اشعار پڑھے۔

جن کا مفہوم یہ ہے کہ وہ نوجوان لڑکیاں ہیں۔ناز ونخرے میں پلی ہوئیں خوبصورت چال چلنے والی۔ان سے وہ سب کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے جس کی چاہت کی جائے وہ حسن پاکیزگی سے بنی ہیں اور ہر تمنا اور ہر خواہش ان سے پوری کی جا سکتی ہے۔

وہ خوبصورت جسم والی کالی آنکھوں والی ہیں اور مشک کی خوشبو ان کے رخساروں سے چھلکتی ہے ان کے چہروں پر خوشی کی چمک اور ناز ونعمت کی دمک رقصاں رہتی ہے جب نرگسی باغوں میں پیالوں کا دور چل رہا ہوگا اور وہاں کی ہوا میں خوشبو مہک رہی ہوگی تب وہ اپنے پیغام دینے والے خاوندوں کو اپنی خوبصورت آواز میں کہتی ہیں اور ان کی آواز میں ایسی محبت بھری ہوتی ہے جو سچی اور دل کو خوش کرنے والی ہے۔

اے میرے محبوب! میں تمہارے علاوہ کسی کو نہیں چاہتی اور جب تمہاری دنیا سے جدائی ہوگی تب ہمارے ملاپ کا آغاز ہوگا تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جو منزل کے قریب پہنچ کر سرکشی اختیار کر لیتے ہیں۔

اے محبوب! مجھے غافل لوگ پیغام نکاح نہیں دے سکتے مجھے تو وہ لوگ پیغام دیتے ہیں جو اللہ کے سامنے گڑا گڑنے والے ہوتے ہیں۔

یہ اشعار سن کر مجمع شوق آخرت میں بیقرار ہو گیا اور وہ

خاتون اچانک کھڑی ہوگئیں اور کہنے لگیں:

''اے ابوعبیدہ! (یہ شیخ عبدالواحد کی کنیت ہے) کیا تم میرے بیٹے ابراہیم کو نہیں جانتے بصرہ کے بڑے بڑے مالدار لوگوں نے اس کے لئے اپنی لڑکیوں کے پیغام بھیجے مگر میں نے کسی لڑکی کو پسند نہیں کیا لیکن آج آپ نے جس لڑکی یعنی حورعین کا تذکرہ کیا وہ مجھے پسند آئی ہے اور میں اسے اپنی دلہن بنانا چاہتی ہوں مہربانی کرکے آپ دوبارہ اس کی خوبیاں اور اس کا حسن جمال بیان فرمائیں''

یہ سن کر شیخ عبدالواحد رحمہ اللہ نے پھر حورعین کی خوبیاں بیان فرمائیں اور پھر یہ اشعار پڑھے۔

''ان کے چہرے کے نور سے اصلی نور پیدا ہوتا ہے اور ان کے خوشبو دار بدن سے لگنے والی ہوا عطر کے مقابلے میں فخر کرتی ہے اگر وہ پتھروں اور کنکریوں پر اپنا جوتا رکھ دیں تو بارش کے بغیر مشرق ومغرب سرسبز وشاداب ہوجائیں اگر تم ان کی کمر کو گرہ لگانا چاہو تو ریحان کی سبز پتوں والی ڈالی کی طرح تم آسانی سے گرہ لگالو گے اگر وہ اپنا لعاب سمندر میں ڈال دیں تو زمین کے لوگ ان سمندروں کو مزے سے پی جائیں قریب ہے کہ آنکھ کی جھپک ان کے نازک رخساروں کو زخمی کردے اور دل کے خیالات ان کی پیشانی پر پڑھے جائیں۔''

یہ اشعار سن کر لوگوں کا شوق اور بے چینی اور زیادہ بڑھ گئی اور خاتون دوبارہ کھڑی ہوئیں اور کہنے لگیں۔

''مجھے یہ لڑکی پسند آئی ہے میں دس ہزار دینار مہر دے کر اسے اپنے بیٹے کی دلہن بنانا چاہتی ہوں۔اے شیخ عبدالواحد! میرے بیٹے کا اس لڑکی سے نکاح کرادیجئے! وہ اس لڑائی میں آپ کے ساتھ نکلے گا ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسے شہادت نصیب فرمادے اور قیامت کے دن میری اور اپنے والد کی شفاعت کا ذریعہ بن جائے۔''

شیخ عبدالواحد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اے خاتون اگر آپ نے اپنے بیٹے کو جہاد میں بھیج دیا تو وہ بھی کامیاب ہوجائے گا اور آپ اور اس کا والد بھی بڑی کامیابی پائیں گے۔'' پھر اس خاتون نے اپنے بیٹے کو آواز دی۔

''بیٹا ابراہیم!''

آواز سن کر مجمع میں سے ایک نوجوان تیزی سے کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا۔''میں حاضر ہوں امی جان!''

خاتون نے کہا۔

''اے بیٹے! کیا تو اس لڑکی یعنی حورعین کو اس شرط پر بیوی بنانے کے لئے تیار ہے کہ تو اپنی جان اللہ کے راستے میں قربان کرے گا اور گناہوں میں واپس نہیں لوٹے گا؟''

جوان کہنے لگا۔''امی جان! اللہ کی قسم! میں بخوشی اس شادی پر راضی ہوں'' یہ سن کر وہ خاتون کہنے لگیں۔

''اے میرے پروردگار! تو گواہ رہنا کہ میں نے اپنے بیٹے کی شادی اس لڑکی سے اس شرط پر کردی ہے کہ میرا بیٹا اپنی جان تیری راہ میں قربان کرے گا اور گناہوں کی طرف کبھی نہیں لوٹے گا۔

اے ارحم الراحمین! میری طرف سے اسے قبول فرما لیجئے!'' اس کے بعد وہ خاتون گھر گئیں اور دس ہزار دینار لاکر شیخ عبدالواحد کو دیئے اور فرمانے لگیں۔

''یہ اس لڑکی کا مہر ہے۔ آپ اپنے لئے اور دوسرے مجاہدین کے لئے اس سے سامان جہاد

خریدیں!"

پھر وہ واپس ہوگئیں اور انہوں نے اپنے بیٹے کے لئے عمدہ گھوڑا خریدا اور بہترین اسلحہ اسے دیا پھر جب شیخ عبدالواحد اس لشکر کو لے کر روانہ ہوئے تو ابراہیم بھی دوڑتا ہوا ساتھ نکلا اور کچھ قرآن مجید کے قاری اس کے ارد گرد یہ آیت پڑھتے ہوئے جارہے تھے۔

"ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ۔" (سورۃ توبہ۔ 111)

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جان اور مال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔

وہ خاتون بھی لشکر کو رخصت کرنے کے لئے نکلیں جب وہ واپس ہونے لگیں تو انہوں نے اپنے بیٹے کو کفن اور خوشبو دی اور فرمایا:

"اے پیارے بیٹے! جب دشمن سے مقابلے کے لئے نکلنا تو یہ کفن باندھ لینا اور خوشبو لگا لینا اور اللہ کے راستے میں لڑتے ہوئے کوتاہی مت کرنا!"

پھر انہوں نے اسے سینے سے لگایا اور اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا۔

"پیارے بیٹے! میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اب ہم دونوں کو قیامت کے میدان میں ہی ملائے۔"

عبدالواحد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب ہم محاذ پر پہنچ گئے اور جنگ کا اعلان ہوگیا تو کچھ لوگ آگے لڑنے کے لئے نکلے ان میں ابراہیم سب سے آگے تھا اس نے بہت سارے دشمنوں کو قتل کیا مگر پھر دشمنوں نے اسے گھیر کر شہید کر دیا۔ جب ہم بصرہ کی طرف واپس آنے لگے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابراہیم کی والدہ کو اس کے بیٹے کی شہادت کی خبر نہ کرنا کہیں ایسا نہ ہو وہ غم میں اپنا اجر ضائع کر بیٹھے۔ جب ہم بصرہ پہنچ گئے تو لوگ آ کر ہم سے ملنے لگے۔ ان لوگوں میں ابراہیم کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے جیسے ہی مجھے دیکھا فرمانے لگیں:

"اے ابوعبیدہ! اگر اللہ تعالیٰ نے میرا ہدیہ قبول کر لیا ہے تو میں خوشی مناؤں اور اگر واپس لوٹا دیا ہے تو مجھ سے تعزیت کی جائے"

میں نے کہا:

"بخدا! اللہ تعالیٰ نے تمہارا ہدیہ قبول کر لیا ہے اور تمہارا بیٹا حقیقی زندگی پا کر شہداء کے ساتھ کھا پی رہا ہے"

یہ سنتے ہی وہ شکر ادا کرتی ہوئی سجدے میں گر گئیں اور کہنے لگیں۔ "اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے مایوس نہیں کیا اور میری قربانی کو قبول فرمایا۔"

اس کے بعد وہ واپس چلی گئیں۔ اگلے دن وہ پھر مسجد میں آ گئیں اور سلام کر کے کہنے لگیں۔

"مبارک ہو اے ابوعبیدہ! رات خواب میں میں نے اپنے بیٹے کو ایک خوبصورت باغ میں ایک سبز محل میں دیکھا۔

وہ موتیوں کی مسہری پر تاج پہنے بیٹھا مجھے کہہ رہا تھا۔

"مبارک ہو امی جان! آپ کا دیا ہوا مہر قبول کر لیا گیا اور دلہن کی رخصتی ہوگئی۔"

❁❁❁❁

سلسلہ ۳۷

مجاہد بن محمد ارھابی

وہ کون تھے؟؟

ان کا اسم گرامی عبداللہ تھا مگر یہ اپنی کنیت سے مشہور ہوئے۔قرآن پاک کی تلاوت بہت ہی خوب صورت آواز میں کرتے تھے اسی لیے آپ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا تھا کہ انہیں لحن داؤدی سے حصہ ملا ہے۔

کئی بار ایسا ہوا کہ ان کی تلاوت راہ چلتے افراد کو مجبور کر دیتی اور وہ رک رک کر تلاوت سنتے۔

ایک بار آپ ﷺ اور حضرت عائشہؓ جا رہے تھے کہ ان کی تلاوت کی آواز آپ ﷺ کے کانوں میں پڑی،آپ ﷺ اسی جگہ رک گئے اور خوب توجہ سے سماعت فرماتے رہے۔

آپ کا تعلق یمن سے ہے۔یمن کے بااثر رئیس تھے۔جب آپ کے کانوں میں اسلام کی دعوت پہنچی تو فورا لبیک کہا اور تن تنہا مکہ مکرمہ پہنچ کر اسلام قبول کیا۔اس کے بعد واپس وطن چلے گئے۔

وہاں ان کی دعوت سے پچاس کے قریب لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔یہ جماعت یمن سے مکہ جانے کے ارادے سے چلی اور سمندری راستہ اختیار کیا مگر سمندری طوفان نے آلیا اور راستہ گم کر بیٹھے،یوں یہ جماعت راستہ بھٹک کر حبشہ جا اتری۔

وہاں کچھ عرصہ قیام کیا۔اس کے بعد مدینہ کی طرف رخت سفر باندھا اور جب یہ قافلہ مدینہ پہنچا تو خیبر کا قلعہ فتح ہو چکا تھا۔آپ ﷺ ان کی آمد سے بہت خوش ہوئے اور انہیں مال غنیمت سے حصہ بھی عطا فرمایا۔اب وہ آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے۔فتح مکہ،حنین کی جنگ اور غزوہ تبوک میں برابر شریک رہے۔اس کے بعد آپؓ کو یمن کا عامل مقرر کر دیا گیا۔

آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی وہ اپنی ذمہ داریاں حسن وخوبی سے سرانجام دیتے رہے۔

انہوں نے بہت سی فتوحات میں حصہ لیا۔حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد بہت سے فتنوں نے سر اٹھایا، یہاں تک کہ مسلمانوں کے درمیان جنگ صفین جیسا سانحہ رونما ہوا۔اس موقع پر وہ غیر جانب دار رہے۔

وہ چونکہ صلح کے داعی تھے،اس لیے اس موقع پر بھی انہوں نے باہمی صلح کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکے، چنانچہ وہاں سے روانہ ہوکر مکہ مکرمہ میں گوشہ نشین ہوگئے اور وہیں وفات پائی۔

وفات کے وقت ان کی عمر ۶۱ برس تھی۔

❁❁❁❁

❁❁❁❁

وہ کون تھے؟ سلسلہ ۳۶ کا درست جواب:
حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ

وہ کون تھے؟؟

شمارہ شوال ۱۴۴۳ھ جری کے انعام یافتہ

دانیال یاسر.....چکوال

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

محمد السیف.....بہاولپور۔گلزار احمد.....ڈیرہ اسماعیل خان۔عمار حسین.....کہروڑ پکا
کفایت اللہ۔بنت عبدالہادی۔ہمشیرہ محمد محمود.....ڈیرہ غازی خان
محمد اویس.....راولپنڈی۔کلیم اللہ۔عیسیٰ السیف.....بہاولپور۔کامران ملک.....فیصل آباد
یاسمین.....خیر پور۔ملک عثمان.....دین پور۔محمد فرحان.....نواب شاہ۔
ہمشیرہ محمد احمد.....ریاض۔دانیال حسن۔محمد عمر۔عبدالحمید شاکر۔زوجہ خلیل احمد.....کراچی

دانش کدہ

جہاں امام العقلاء، شاہ نُبلاء بوجھ بجھکڑ آپ کی مشکلات کے جواب دیتے ہیں

جناب بوجھ بجھکڑ کی خدمتِ عالیہ میں وہ پوچھنا یہ تھا کہ بادام دماغ کو تیز کرنے کے لئے بڑے موثر ہیں۔

تو کیا آپ کے دانش محل کے سالانہ بادام خرچ کروڑوں سے متجاوز تو نہیں؟

(تب تو آپ نیب کے مجرم ٹھہرے)

☆ بادام دماغ پر اثر کرتے ہوتے تو آپ کا یہ حال ہرگز نہ ہوتا۔

❁❁❁❁

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب! دانش کدہ کی گداگری کے علاوہ آپ کا مستقل مشغلہ کیا ہے؟

☆ اس سے وقت بچے تو کوئی مشغلہ اختیار کریں۔

❁❁❁❁

کیا آپ نے بھی کبھی سوال کیا ہے؟
اگر جواب اثبات میں ہے تو وہ خوش نصیب کون ہے جسے یہ سعادت ملی؟

☆ اگر ایک کار ۹۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے مسلسل ۱۲ گھنٹے سفر کرے تو اس دوران ڈرائیور کھانا کیسے کھائے گا؟

❁❁❁❁

آپ کا دانش کدہ کوہ قاف کی کسی عمارت کی عکاسی کرتا ہے، کیا آپ جنات سے تعلق تو نہیں رکھتے؟

☆ جی ان سے تعلق رکھتا ہوں لیکن اکثر ان بن رہتی ہے۔

❁❁❁❁

آپ سے ملاقات کا شوق کس طرح پورا ہوگا؟

☆ اسی طرح

(محمد شعیب، کہروڑ پکا)

❁❁❁❁

محترم بوجھ بجھکڑ صاحب!

گرمی اتنی شدید ہے گویا تن بدن میں آگ لئے پھر رہے ہیں۔ گرمی سے بچنے کا کوئی توڑ تو بتائیے؟

☆ گرمی سے بچنے کا توڑ یہ ہے کہ دوپہر کو ننگے سر باہر پھرا کریں، اگر گرمی کا توڑ پوچھنا ہو تو دوبارہ درست کر کے سوال بھیجیں۔

❁❁❁❁

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

مکڑی کی ٹانگیں کتنی ہوتی ہیں؟

☆ گدھے کے کان پر فی سینٹی میٹر جتنے بال ہوتے ہیں مکڑی کی اتنی ٹانگیں ہوتی ہیں۔

❁❁❁❁

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

خوابوں کا محل کتنی دیر میں تعمیر کیا جاسکتا ہے؟

☆ آپ اوسطاً جتنی دیر میں گرم چائے کا ایک کپ پیتے ہیں اتنی دیر خواب میں محل تعمیر کر سکتے ہیں۔

❁❁❁❁

دوا

دوا صرف بوتلوں اور گولیوں میں نہیں ہوتی۔

☆ ورزش دوا ہے۔

☆ روزہ دوا ہے۔

☆ مسکراہٹ دوا ہے۔

☆ سبزی دوا ہے۔

☆ وظائف کے بعد گہری نیند دوا ہے۔

☆ صاف سورج کی روشنی دوا ہے۔

☆ شکر اور محبت دوائیں ہیں۔

☆ اچھے اور نیک دوست ہونا دوائیوں کی دکان ہے۔

☆ بااخلاق دوستوں کے ساتھ ملنا دوا ہے۔

☆ خاندان کے ساتھ کھانا دوا ہے۔

☆ خاندان کے ساتھ سفر دوا ہے۔

☆ مسلسل خوش اور مسکراتا چہرہ دوا ہے۔

☆ باقاعدہ تلاوت قرآن اور مراقبہ دوا ہے۔

☆ بعض حالات میں خاموشی اور تنہائی دوا ہے۔

☆ سنت و شریعت پر عمل کرنا جسمانی اور روحانی دوا ہے۔

عثمان ملک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ محترم قارئین کرام لکھاری حضرات ومحترم و مکرم مدیر صاحب خیر وعافیت سے ہونگے، ماہ شوال کے شمارے پر تبصرہ حاضرِ خدمت ہے، اس بار شمارے کا یہ نیا اور نرالا انداز بڑا پسند آیا۔

اداریہ میں محترم مدیر صاحب نے ایک خوبصورت اور عمدہ سبق دیا۔ سرورق کہانی ''عید کی سچی خوشی'' بڑی عمدہ تحریر تھی۔ چھوٹی ابابیلیں'' سنان طلحہ نے بھی خوب لکھا، عید آگئی'' تنزیلہ احمد کی تحریر بھی اچھی تھی، طوطائی عید'' بھائی محمد فیصل علی ہمیشہ کی طرح ایک منفرد مگر خوبصورت تحریر کیساتھ حاضرِ خدمت تھے ایک نیکی'' عبدالمجید شاکر صاحب بڑے مہینوں بعد نظر آئے خوش آمدید۔

اللہ تعالیٰ مہربان'' امیر محترم حفظہ اللہ کا مضمون ہمیشہ کی طرح بڑا عمدہ تھا، اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے آمین'' ۔ پیام عید ام عبداللہ کی تحریر بھی شاندار تھی، وش بک'' آستین کا سانپ'' عیدی'' اقصیٰ کا آنسو'' مجاہد'' کشمیر کا بیٹا'' وغیرہ سبھی کی تحریریں شاندار و جاندار تھیں اللہ تعالیٰ آپ سب کی تحریروں کو قبول ومقبول فرمائے۔

دانش کدہ میں اس بار امام العقلاء جناب بوجھ بجھکڑ صاحب بڑے موڈ میں نظر آئے آپ کی حاضر جوابی کا کوئی جواب نہیں جناب، آدھی ملاقات کی محفل میں اس بار بھائی زبیر طیب آئے ہوئے تھے، بہت خوب اور ساتھ میں قارئین کرام کے لئے ایک عدد خوشخبری بھی ساتھ لائے ہمیں بھی آپ کہانی کا بے صبری سے انتظار رہیگا۔

زبیر بھائی نے جو کچھ مسلمان بچے کے بارے میں کہا، ان کی باتیں سیدھی دل کو لگیں۔ واقعی میں مسلمان بچے" ہمارے لیے کسی نعمت سے کم نہیں ہے۔

آج ہم جو کچھ بھی ہیں صرف اس رسالے کیوجہ سے ہیں، بس دل سے اس رسالے کی قدر کیا کریں اور اس کی ترقی میں اپنا حصہ شامل کرتے رہیں اور آخر میں محترم مدیر صاحب میں نے آپ سے سلسلہ وار کہانی کا پوچھا تھا مگر آپ نے کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ ہمیں بہت مایوسی ہوئی، محترم مدیر صاحب دراصل مسلمان بچے" سے میرا گہرا قلبی لگاؤ ہے، میں چاہتی تھی کہ میری سلسلہ وار کہانی بھی اس رسالے میں شائع ہو، اور مجبوری یہ ہے کہ ڈاک کے ذریعے سے ہماری کئی تحریریں ضائع ہو چکی ہیں، اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے آپ سے یہ گزارش کی تھی تاکہ اس طرح ہماری محنت ضائع ناں ہو۔ پچھلے دو سالوں سے ہم اس سلسلہ وار کہانی کو بھیجنے کی کوشش میں ہیں مگر ہر بار ناکام ہی ہوئے، مگر خیر اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی ہو۔ ہم ناں سہی کوئی اور ہی سہی اور اب آدھی ملاقات میں زبیر بھائی نے قارئین کرام کو بالآخر یہ خوشخبری سنادی۔

سلسلہ وار کہانی کا سن کر بہت خوشی ہوئی۔ زبیر بھائی آپ کو دوبارہ واپس آنے پر خوش آمدید!! ہمیں آپ کی کہانی کا بے صبری سے انتظار رہیگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تحریروں کو آپ کے لیے صدقہ جاریہ بنادے آمین۔ خط کے طویل ہونے پر بے حد معذرت خواہ!!

والسلام:
تسلیمہ موسیٰ

السلام علیکم!

رمضان المبارک کا شمارہ پہلا عشرہ مکمل ہوتے ہی پہنچ گیا..... جس پر خوشی ہوئی، رسالہ کھولتے ہی اول فہرست پر نظر دوڑائی تو احساس ہوا کہ پہلے والی فہرست زیادہ موزوں ہوا کرتی تھی۔ بعدازیں فرمان باری تعالیٰ و رسول اِکرم سے تروتازگی حاصل کی۔

اگلے صفحے پر دعاء اور حدیث پڑھی بحمداللہ وہ پہلے سے ہی یاد تھیں اس سے اگلے صفحے پر "مسلمان بچے" کے لئے نظم اچھی لگی۔ مدیر محترم رمضان میں "مرحوم" اور محروم لوگوں کی وضاحت کر رہے تھے، رمضان المبارک کے آنسو ایک تخیلاتی بہترین کہانی تھی۔ جناب فیصل علی صاحب کو ٹائٹل کہانی شائع ہونے پر مبارک۔

حضرت ابراہیمؑ کی دعاء پر نماز میں مانگنے کے باوجود رسالے میں بہت اچھی لگی، ضمیر کی آواز" بڑھ کر احساس ہوا کہ کائنات خوش نصیب تھی وگرنہ اگر ہر ایک ضمیر کی آواز سنے تو وہ ملامت ضرور کرتا ہے۔

جدوجہد میں حناء جہادی بہترین سبق دے رہی تھیں، پیروی" ایک بہترین تحریر رہی، ہمیں اسی قسم کے مضامین بہت اچھے لگتے ہیں۔ "انعم توصیف صاحبہ" کا انٹرویو اپنی نوعیت کا منفرد اور انوکھا ہونے کے ساتھ ساتھ معلوماتی ثابت ہوا "قیمتی کون" میں مصنفہ نے تربیت کا نرالا انداز القاء کیا، "کراچی" سلسلہ راز سربستہ کی واقعی ہنستی مسکراتی تحریر ثابت ہوئی، محمد مستقیم صاحب کی ضرب المثل کہانی "گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا" کی بجائے وقت کو سونا بنانے پر مشتمل رہی۔

آرٹ گیلری میں تمام آرٹ بہترین تھے۔ وہ پوچھنا یہ ہے کہ ایک بہترین آرٹ جناب غفار گجر صاحب کہاں چھپے ہیں؟ آج کل نظر نہیں آرہے..... ''ماہ صیام'' رمضان کے تعارف پر اچھی نظم تھی..... احبک یارمضان'' امیر محترم کا روحانی مضمون تھا جس نے رہنمائی کا فریضہ سر انجام دیا۔ضروری گزارش'' نوٹ کرلی۔

جھوٹ کی دکان، بہن تسلیمہ موسیٰ کی اچھوتی کہانی ہونے کے ساتھ ساتھ شمارے کی طویل کہانی رہی۔ رمضان اور قرآن'' روایتی مضمون ہونے کے باوجود مناسبت کی وجہ سے اچھا لگا۔''لبادہ پوش'' ختم نبوت کے حوالے سے شاہکار تھی''نیت میں باجی نے واقعی باجی ہونے کا ثبوت دیا۔زندگی'' میں زندگی کی چاشنی پانے کا نسخہ ہاتھ آیا۔''ماہ محبت'' میں مستقیم صاحب کی دسویں بات کے منتظر ہیں۔

نعمت ایک بہترین کہانی تھی مگر عنوان سے مناسبت یا عنوان کی کہانی سے مناسبت سمجھ نہیں آرہی، لیکن ملائکہ سلیمان صاحبہ کے ذہن میں جو بات ہو وہ ہمارے ذہن میں آجائے یہ ضروری تو نہیں۔

'سلطنت عثمانیہ کی حدود'' پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔مقام جمعہ کے حوالے سے پانچ نکاتی دعوت نوٹ کرلی ہے۔سلطان ٹیپو شہیدؒ کی قسط شاندار رہی۔'' وہ کبوتری'' عمار حسین صاحب کی اچھی کاوش ہے، شہید زندہ ہے'' زونیرہ گل صاحبہ کی بہترین تحریر تھی جو ٹاپ پر رہی۔''مسلمان کی شان'' فارمولائی انداز کے باوجود اچھا سبق دے گئی،''دلکش منظر'' مگر اپنے منظر نگار کے نام کے بغیر ادھورا رہا۔خوش آمدید رمضان پڑھ کر الوداع کا وقت یاد آگیا، وہ کون تھے؟'' مجاہدین محمد ارھابی کے پیشکش نمبر ۳۵ پر کہتے ہوئے جواب حاضر خدمت ہے۔

دانش کدہ کی محفل خوب سجی، جناب بوجھ بجھکڑ صاحب سے گزارش ہے کہ اپنی دانش کی زکوٰۃ خیرات بھی نکالا کریں، بھکاری حاضر خدمت ہے۔

''دلوں کا زنگ'' وثقیٰ زبیر صاحبہ کی حاضری لگوا گیا، آدھی ملاقات میں اس مرتبہ خطوط کم تھے، دانیال صاحب کا تبصرہ جامع رہا جبکہ خنساء جہادی صاحبہ کا خط اجمالی تھا۔

راقم الحروف کے خط کا جواب پڑھ کر خوشی ہوئی ہم ہر مرتبہ حاضری کی کوشش کرتے ہیں مگر معیار سے شاید ہٹ جانے کی وجہ سے رہ جاتے ہیں۔چلو کوئی بات نہیں، اب نہیں تو پھر سہی۔تحریروں کی دنیا میں خواتین لکھاریات نے میدان مار لیا۔اب اجازت چاہتے ہیں۔

والسلام! (محمد شعیب، کہروڑ پکا)

❁❁❁❁

السلام علیکم مدیر صاحب!

امید ہے کہ مسلمان بچے کے تمام لکھاری خیر و عافیت سے ہوں گے۔ ہر ماہ کی طرح اس ماہ کا رسالہ بھی شاندار رہا۔ اللہ پاک اس رسالے کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔تمام لکھاری بہت اچھا لکھ رہے ہیں۔

امیر محترم کے بیان نے تو اس رسالے کو چار چاند لگائے ہوئے ہیں۔اللہ پاک میرے حضرت جی کو عافیت والی زندگی عطا فرمائیں۔ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔انہی کی وجہ سے آج ہمارا ایمان بچا ہوا ہے۔اللہ

پاک میرے مولانا کو تاقیامت قائم رکھے۔ان کی ہر دعا کو قبول فرمائے آخر میں میرے مولانا کی خدمت میں بہت بہت محبت بھرا اسلام!!

والسلام:

زہرہ مریم

❁❁❁❁

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

محترم مدیر چاچو! ماشاءاللہ! ہمارا پیارا رسالہ دن دگنی رات چگنی ترقی کی منازل طے کر رہا ہے اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ہمارا رسالہ ہمیشہ یونہی چمکتا رہے۔

تقریباً آٹھ سال سے اس رسالے کے خاموش قاری ہیں لیکن لکھنے کی جسارت آج کی ہے ماشاءاللہ! رسالے میں بہت سے لکھاری حضرات وخواتین کا اضافہ ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان تمام کے قلم کو یونہی سداد مکتار کھے آج کل بہت سے پرانے لکھاری غائب ہیں لیکن نئے لکھاری حضرات بھی کمال کا لکھتے ہیں۔

محترم زبیر طیب سے گزارش ہے کہ کچھ وقت اپنے پیارے رسالے کو بھی دیں امید ہے مایوس نہیں فرمائیں گے ایک اور گزارش یہ عرض کرنی تھی کہ جانباز کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے تاکہ جو ہم جیسے کچھ اقساط سے محروم رہ گئے ہیں ان کا ازالہ ہو سکے۔

امید ہے کہ ادارہ ہذا گزارش پر غور فرمائے گا اور ہمیں مایوس نہیں فرمائے گا۔محترم جناب امداد اللہ سعدی، آپی سعدی، حفصہ بنت خادم حسین اور جتنے بھی لکھاری رسالے سے غائب ہیں۔

مہربانی فرما کر کچھ لکھیے ہمارا آپ سے تعلق رسالے کے توسط سے ہے تو ہمیں محروم نہ کیا کریں۔آپ سے مؤدبانہ اپیل ہے کچھ تو لکھیں ہمیں خوشی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام ذمہ داران، لکھاریات وقاریات کے علم وعمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کی ہر شر سے حفاظت فرمائے۔آمین یارب العالمین

بنت ڈاکٹر محمد زاہد سرگودھا

❁❁❁❁

السلام علیکم ورحمتہ اللہ!!

امید ہے کہ مسلمان بچے کی پوری ٹیم بخیر و عافیت ہوگی۔ اور رسالے کو خوبصورت بنانے کی تیاریوں میں مصروف بھی۔ارادہ تو رمضان المبارک کے شمارے پر تبصرہ کرنے کا تھا لیکن پھر شوال کا رسالہ آپہنچا تو اسی رسالے کو موضوع قلم بنانے کا خیال غالب آگیا۔

اداریہ میں مدیر محترم ابو امامہ کی جگہ اک نیا نام نظر آیا۔ کچھ حیرت بھی ہوئی۔ رسالے میں اسی مناسبت سے کچھ تبدیلیاں بھی نظر آئیں۔

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمان بچے کے تمام اراکین کو ہر وقت ایمان وصحت کی بہترین حالتوں میں رکھیں۔پھر حسب معمول سب سے پہلے آدھی ملاقات میں جھانکا۔وہاں صاحب جانباز کا خط دیکھ کر ہاتھ وہیں روک لیے۔زبیر بھائی کا خط دیکھ کر امید کی کرن نظر آئی اور بہت خوشی ہوئی۔ پھر سے انتظار کا سلسلہ شروع ہوگیا۔جو لوگ جانباز کی Ending کیساتھ ہی رسالے سے کچھ دیر کیلئے اپنا رشتہ کم کر چکے تھے وہ واپس آجائیں کیونکہ جانباز

کے مصنف پوری تیاری کے ساتھ میدان میں تشریف لا رہے ہیں۔خوش آمدید۔

آدھی ملاقات کے بعد لگے ہاتھوں بوجھ بجھکڑ کی محفل میں تشریف لے گئے۔ وہاں انکے دانش مندانہ جوابات سے فائدہ اورلطف اٹھایا۔واپس رسالے کے آغاز کی ترتیب بنای۔

رسالے میں کافی نئے نام بھی نظر آئے۔کچھ پرانے بہترین لکھاری تاحال غائب ہیں۔جن میں ابو دجانہ بھائی، زہرہ عبدالقیوم، عائشہ اصغر، منال موسیٰ، خالدہ کوثر و دیگر۔ آرٹ گیلری میں عبدالغفار بھائی کی آرٹ بھی کافی دیر سے غائب۔آپ سب واپس آجائیں اور رسالے کی رونق میں اضافہ کریں۔

اس دفعہ رسالے میں تحریریں معمول کی نسبت کچھ زیادہ لگیں۔ سب تحاریر بہت سبق آموز اور دلچسپ تھیں۔.انعم توصیف صاحبہ کا انوکھا انٹرویو اہم بات کی یاد دہانی کرواتا ہوا بہترین رہا۔چھوٹی ابابیلیں، اقصیٰ کے آنسو، کشمیر کا بیٹا، درد دل سے معمور تحریریں تھیں۔

کشمیر و فلسطین کی سرزمین پر ہونے والے ظلم وستم پر دل خون کے آنسو روتا ہے۔نہ جانے کب افغانستان کی طرح یہ لوگ بھی آزادی کی نعمت سے فیض یاب ہوں گے۔ہم لوگ ہر وقت آپ لوگوں کیلئے دعا گو ہیں۔

اللہ کرے جلد کشمیری مسلمانوں کو آزادی کا سورج دیکھنا نصیب ہو۔اور ہمارا قبلہ اول بھی اسرائیلی حصار سے آزاد ہو جائے۔ہمیشہ بابر آفریدی کی شاعری" عقابوں کے قبیلے" ہمیشہ کی طرح بہترین تھی۔

امیر محترم کا مضمون پڑھا۔لفظ لفظ قیمتی اور پر اثر تھا۔ کچھ دیر تک امیر محترم کے متعلق ہی سوچتی رہی۔کاش وہ بھی اپنے ملک میں آزادی سے جی سکیں۔ ہم انکی زیارت کرسکیں۔

اللہ تعالیٰ امیر محترم کا سایہ ایمان و عافیت کیساتھ یونہی جماعت پر قائم و دائم رکھیں۔مختصر تحریروں میں کوئی تحریر نہیں تھی۔شاید دوسری تحاریر کو جگہ دے دی گئی تھی۔خیر رسالہ تو ہر صورت میں ہمیں پیارا ہے ترتیب کوئی بھی ہو۔بنت کشمیر بھی کچھ دیر سے رسالے میں نظر نہیں آرہیں۔ ورنہ بنات عائشہ میں انکا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔

پیاری آپی امید ہے آپ بالکل ٹھیک ہوں گی۔اپنی خیر خیریت دینے آجائیں۔طویل تبصروں میں دانیال بھائی کا تبصرہ کافی اچھا ہوتا۔رمضان کے شمارے میں وہ بھی غیر حاضر رہے۔

آپکی پسند میں کشمیر و فلسطین پر بھی شاعری ہونی چاہیے۔امید ہے غور فرمائیں گے۔وہ کون تھے میں انعام یافتہ صاحبان کو مبارکباد۔

باقی ملاقات آئندہ شمارے میں سہی۔آپ سب کو سلام اور دعاؤں کی درخواست۔

والسلام:

خنساء الطاف باجوہ، گوجرانولہ

❁❁❁❁

آرٹ
گیلری

مجاہدوں کو سلام ★ شہیدوں کو سلام
پاکستان کا مطلب کیا
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
اویس گجر ★ گنج بادشاہ آرٹ ★ عامر گجر ★ شہزاد گجر
مولانا مسعود ازھر زندہ باد
جہاد بس جہاد

Sonya shah
Katlang
اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ
عَلَی النَّبِیِّ
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اللّٰہ

ابو بکر صدیق
عمر فاروق
محمد صلی اللہ علیہ وسلم
عثمان غنی
علی المرتضیٰ
محمد بن عبد الرؤف

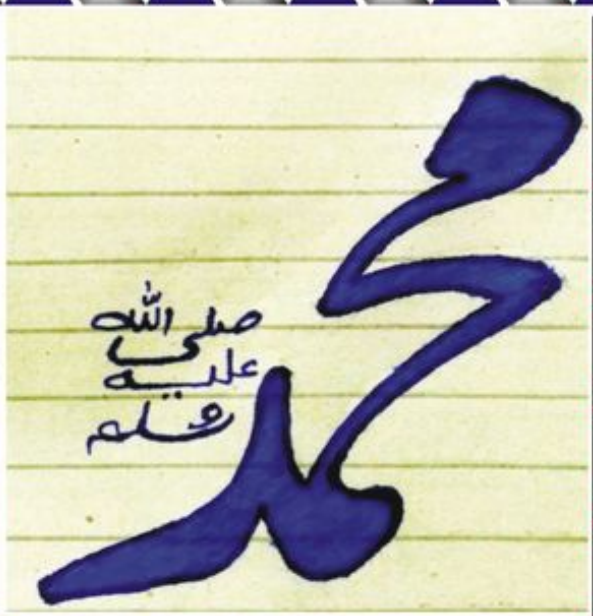
محمد
صلی اللہ علیہ وسلم

محمد بن اسحاق
اللہ اکبر

ابوبکرؓ
اس گلشن میں جا کر دیکھو تم
عثمان غنیؓ
علی المرتضیٰؓ

العظیم
"بزرگ والا"

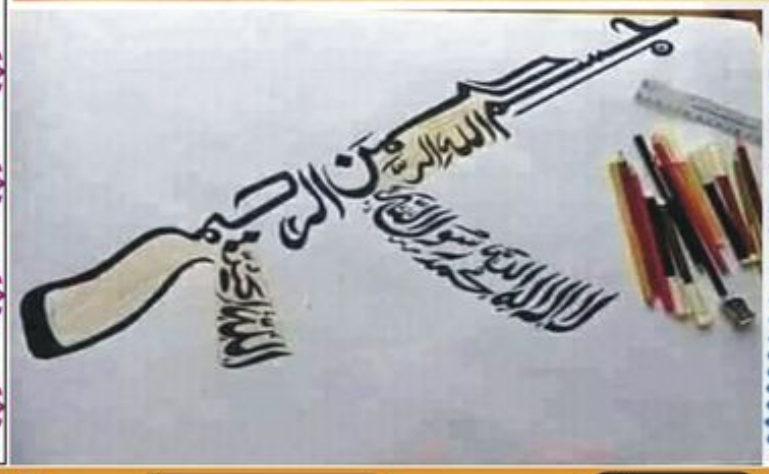

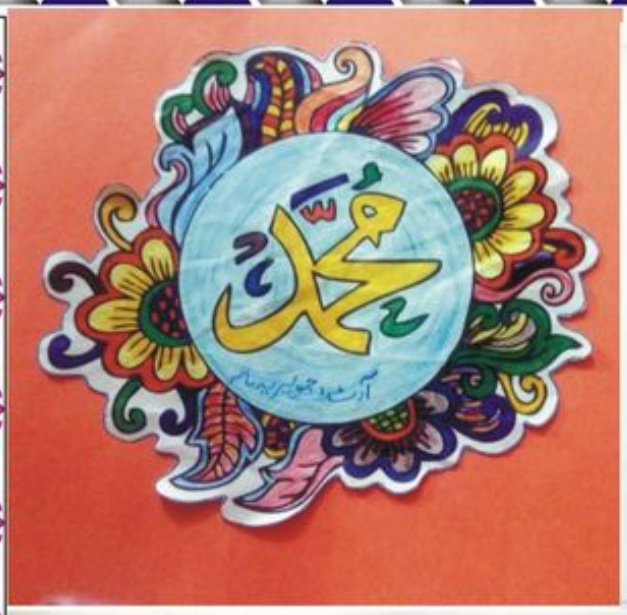
محمد

ہر شیرہ حسنین معاویہ ڈی۔ آئی۔ خان
زکوٰۃ
نماز
حج
روزہ
کلمہ

الحمد للہ رب العالمین
الرحمن الرحیم مالک یوم الدین
ایاک نعبد و ایاک نستعین
اھدنا الصراط المستقیم
صراط الذین انعمت علیھم
غیر المغضوب علیھم ولا الضالین

صلی اللہ علیہ وسلم
خوشبو ذرا صبا
ان کا ذکر النبی کا انبی بعد
از: سدرہ حبیب الرحمان
النور سوسائٹی کراچی

کاروبار

ہمشیرہ
بابر آفریدی شہید رحمۃ اللہ علیہ

جب چمن میں ہر طرف ہو انتشار
کیسی، خوشبو، کیسے گل، کیسی بہار

دل میں جب ساقی کے آجائے غبار
کیسی بوتل، کیسی مئے، کیسا خمار

ان کے بچے بھوک کی کھاتے ہیں مار
کارخانوں میں جو لاتے ہیں بہار

چوس لیتے ہیں کسانوں کا لہو
ظلم واستبداد سے جاگیر دار

لیڈران قوم کا یہ حال ہے
کرسیوں کا کر رہے ہیں کاروبار